www.KitaboSunnat.com

محمد عطاء اللہ صدیقی

قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی...... مُحرّکات و مُضمرات

"محدث" مقامِ رسالتؐ اور منصبِ رسالت ﷺ کی عظمت واہمیت کا نقیب ہے۔ جس طرح مقامِ رسالت پر دورِ حاضر میں مختلف اَطراف سے ہونے والے حملوں کے جواب میں محدث نے ہمیشہ ہراوّل دستہ کا کردار ادا کیا ہے اور فتنہ انکارِ حدیث کی تردید میں علمی وعقلی دلائل سے مزین بے شمار مضامین شائع کئے ہیں، اسی طرح آفتابِ رسالت ﷺ کو گہنانے کی ناپاک جسارت کرنے والوں اور ناموسِ رسالت پر حملے کرنے والوں کا بھی "محدث" نے ہر موقعہ پر خوب خوب علمی تعاقب کیا اور ان کے تمام اعتراضات کی وضاحت علمی، منطقی اور واقعاتی وعملی شواہد کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ "محدث" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سنجیدہ علمی انداز میں نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس اور مقام ومنصب کو اُجاگر کرنے کے لئے اس کے صفحات میں اِس قدر زیادہ مواد شائع کیا جاچکا ہے کہ ان کو جمع کرلینے پر متعدد کتب تیار کی جاسکتی ہیں۔

چند ماہ قبل جب ادارہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ماہ ربیع الاول میں جب کہ دوسرے مجلّات شانِ رسالت کے حوالے سے مضامین شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، "محدث" میں بھی اس مناسبت سے خصوصی مضامین شائع کئے جائیں۔ الحمدللہ ہمیں اپنے ارادے میں کامیابی حاصل ہوئی اور رواں شمارہ میں جہاں سیرتِ طیبہ کے عملی پہلوؤں کے حوالے سے بعض قیمتی نگارشات ہم شائع کررہے ہیں، وہاں ادارہ کے فاضل رفیق جناب محمد عطاء اللہ صدیقی صاحب کا تحقیقی اور فکر انگیز معلومات سے بھرپور قیمتی مقالہ بھی انہی صفحات پر چھپ رہا ہے۔ جناب صدیقی صاحب نے جس جہدِ مسلسل، جانفشانی اور عرق ریزی سے اس اہم ترین مسئلہ پر دادِ تحقیق دی اور بعض بالکل نئے پہلوؤں پر تحقیقی اُسلوب میں روشنی ڈالی ہے وہ ایک طرف ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ آور ہونے والوں کی کارکردگی اور سرگرمیوں کی کم وبیش ۱۰ سالوں پر محیط مرحلہ وار تاریخی رپورٹ ہے تو دوسری طرف آپ کی ذاتِ نبوی سے والہانہ عقیدت ومحبت کی بھی آئینہ دار ہے۔ جن حضرات کو رپورٹوں اور اخبارات پر مبنی اس نوعیت کی تحقیق کرنے کا موقع ملا ہو وہ اس اَعصاب شل کردینے والے کام کی محنت ومشقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ یہ "محدث" کیلئے آپکے خلوص اور ادارہ سے آپکے خصوصی تعلق کا نتیجہ ہے کہ آپ نے بروقت اپنے طویل مقالہ کو پایہ تکمیل کو پہنچایا۔

توہین رسالت ﷺ کے موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت کیونکر محسوس ہوئی اور حالیہ دنوں حکومتی ایوانوں میں اس حوالے سے کیا سازش پنپ رہی ہے، پاکستان میں سرگرم مغربی، عیسائی بالخصوص قادیانی لابی کے اس قانون پر کیا تحفظات ہیں اور وہ کس طرح منظم انداز میں غیر ملکی ایجنڈے پر اپنے من مانے مقاصد کے لئے اس کو اجاگر کررہے ہیں، ایمنسٹی انٹرنیشنل کا اس مسئلے میں کیا جانبدارانہ کردار ہے...... زیر نظر مضمون میں بڑی تفصیل سے ان موضوعات کا اِحاطہ کیا گیا ہے۔

سیرتِ نبوی کے موضوع پر اہم مضامین کو یکجا کرنے کے لئے اس شمارہ کے صفحات میں خصوصی اضافہ کیا گیا ہے، اس لحاظ سے اسے خصوصی شمارہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جو حضرات اس موضوع پر مزید مطالعہ کے خواہشمند ہوں وہ انہی دنوں ادارہ محدث کے زیر اہتمام چھپنے والی مستقل کتاب "قانونِ توہین رسالت...... اعتراضات، محرکات، مضمرات اور عالمی سازش" کا مطالعہ فرمائیں جس میں محدث میں اس حوالے سے چھپنے والے مضامین کے علاوہ اس موضوع کے دیگر تشنہ گوشوں پر بطورِ خاص روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں اسلامک ہیومن رائٹس فورم کی طرف سے تیار کردہ رپورٹوں، تجزیوں اور اخبارات کے ایک وسیع ریکارڈ سے بطورِ خاص استفادہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے مزید تعارف وتبصرہ کے لئے آئندہ شمارہ کا انتظار فرمائیں!! (حسن مدنی)

مؤرخہ ۱۴؍جون ۹۹ء کو قومی اخبارات میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے توہین رسالتؐ کے تحت FIR کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے، نوائے وقت میں چھپنے والی خبر کا متن ملاحظہ ہو:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وزیر اعظم میاں نواز شریف نے وفاقی وزیر مذہبی واقلیتی امور سینیٹر راجہ ظفر الحق کی رپورٹ پر توہین رسالتؐ کے مبینہ واقعات میں FIR کے اندراج کے قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے۔ یہ انکشاف قومی اسمبلی کے رکن اور سابق وزیر مملکت ڈاکٹر روفن جولیس نے سینیٹر راجہ ظفر الحق کی زیر صدارت اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت کے بعد صحافیوں سے بات چیت کے دوران کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے مختلف علاقوں میں جاکر ذاتی طور پر جو سروے کیا ہے، اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جہاں جائیداد کا مسئلہ ہے یا کسی بچی سے زیادتی کا واقعہ ہو وہاں غریب مسیحیوں کو انڈر پریشر کرنے کے لیے پولیس کی ملی بھگت سے ان کے خلاف توہین رسالتؐ کا جھوٹا پرچہ دے دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نے ہدایت کی ہے کہ جہاں توہین رسالتؐ کا مبینہ واقعہ پیش آئے، اس علاقے کے اچھی شہرت کے حامل دو ایمان دار اور سچے مسلمان اور دو عیسائی منتخب کیے جائیں۔ ڈپٹی کمشنر، ایس. ایس پی اور ان چار افراد سمیت چھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی اس واقعہ کی تحقیقات کرے گی اور اگر تفتیش کے دوران جرم ثابت ہوگیا تو کمیٹی کی رپورٹ پر FIR درج کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی صالح اور پرہیز گار مسیحی توہین رسالتؐ کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

۱۹۹۴ء میں جب پہلی مرتبہ اس قانون میں تبدیلی کی خبر منظر عام پر آئی تھی، تو اس وقت پاکستان کے صدر جناب فاروق احمد خان لغاری، وزیر اعظم بینظیر بھٹو صاحبہ اور وزیر قانون اقبال حیدر صاحب تھے۔ مگر اب ان کی جگہ صدر مملکت جناب رفیق احمد تارڑ صاحب ہیں۔ اس وقت میاں نواز شریف وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہیں۔ یہ وہی وزیر اعظم ہیں جو لادین عناصر کے شدید احتجاج کے باوجود حال ہی میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے آئین کی پندرھویں ترمیم المعروف شریعت بل پاس کرواچکے ہیں اور جو سینٹ میں اس قانون کو منظور کروانے کے لیے مطلوبہ اکثریت کے حصول کی سر توڑ کوشش میں لگے رہے ہیں۔ اور پھر آج وفاقی وزیر برائے مذہبی واقلیتی امور وہ شخصیت ہے کہ جس کی شرافت، دینداری اور حب رسول ﷺ کا ایک زمانہ معترف ہے۔ جو ماضی قریب میں قانونِ توہین رسالت کے دفاع میں بیانات ہی نہیں، مضامین بھی تحریر فرماتے رہے ہیں۔ جناب رفیق احمد تارڑ، میاں نواز شریف اور راجہ ظفر الحق کے ہاتھوں قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی کے بل پر اگر دستخط ہوں، تو اس سے زیادہ پریشان کن اور تعجب انگیز خبر اور کیا ہوگی......؟؟

مختصر پس منظر

۲۹۵۔سی کا قانون ۱۹۸۶ء میں بنا جس کی رو سے گستاخ رسولؐ کی سزا سزائے موت رکھی گئی۔ اس اضافی دفعہ کی وجہ ۱۷/مئی ۱۹۸۶ء کو عاصمہ جہانگیر کی طرف سے رسولِ اکرم ﷺ کے خلاف گستاخانہ جسارت تھی لہٰذا اس قانون کی منظم طریقے سے مخالفت سب سے پہلے قادیانیوں کی طرف سے کی گئی۔ انہوں نے منظم پروپیگنڈہ کے زور پر بالآخر اسے قومی اور عالمی سطح پر مجنونانہ مہم جوئی میں تبدیل کردیا۔ یورپ وامریکہ آج کل انسانی حقوق کے 'بخار' میں مبتلا ہیں۔ قادیانیوں نے بڑی مہارت اور چالاکی سے مغرب میں مہم چلائی کہ یہ قانون انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ اہل مغرب مسلمانوں اور ان کے پیغمبر ﷺ کے خلاف صلیبی جنگوں والے بغض اور تعصب سے باہر نہیں نکلے۔ وہ ان کی توہین کے ہر موقع کو نہ صرف خوش آمدید کہتے ہیں بلکہ اسے اپنے اس نفسیاتی مرض کی تسکین کے لیے استعمال بھی کرتے ہیں۔ سلمان رشدی جیسے ملعون شاتم رسول ﷺ کی حمایت میں خم ٹھونک کر کھڑے ہونا، مغرب کے اسی تعصب کا شاخسانہ ہے۔ قادیانیت پر، جو خود مرزا غلام احمد کے بقول انگریز کا کاشت کیا ہوا پودا ہے، ان کی عنایات ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ وہ اپنے کاشت کیے ہوئے پودے کو ہر صورت میں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ لہٰذا اہل مغرب نے قادیانیوں کی قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف دہائی کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہوئے اس مسئلہ کو اپنی خارجہ پالیسی کے اہم اہداف سے منسلک کردیا۔ جنیوا میں پاکستان کی نمائندگی کرنیوالے ایک قادیانی منصور احمد کی کوششوں سے قادیانیوں کی درخواست کو انسانی حقوق کمیشن میں پذیرائی ملی۔ امریکہ میں قادیانیوں کی طرف سے لابنگ کی گئی۔ بالآخر قادیانیوں کی کوششوں کے نتیجے میں ۱۹۸۷ء میں امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے قرارداد پاس کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں مغربی صہیونی لابی کے سرمائے سے چلنے والی NGOs کی سرگرمیوں اور قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف مجنونانہ مہم جوئی میں اضافہ ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ قادیانیت اور یہودیت کے درمیان عالمی سطح پر گٹھ جوڑ پاکستان میں انسانی حقوق کی علمبردار NGOs کے نیٹ ورک کی صورت میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ ۱۹۸۷ء میں پاکستان میں انسانی حقوق کمیشن قائم کیا گیا جس کی روحِ رواں عاصمہ جہانگیر، آئی۔اے رحمٰن و دیگر قادیانی ہیں۔ اس کمیشن نے روزِ اوّل ہی سے قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف زہر افشانی کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ اس سازش میں لگے رہے کہ کسی طریقہ سے عیسائی اقلیت کو اس قانون کے خلاف بھڑکا کر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کریں۔ مسیحی مغرب سے زیادہ سے زیادہ فنڈز کی وصولیابی کے لیے انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف بعض جذباتی عیسائی نوجوانوں کے ذریعے مسیحی NGOs کا ایک گروہ بھی قائم کیا جس کا ایک نکاتی ایجنڈا قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف شر انگیز پراپیگنڈہ کرنا تھا۔ ۱۹۹۵ء میں جب سلامت مسیح، رحمت مسیح کیس سامنے آیا تو عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی نے اسے نادر موقع سمجھتے ہوئے عیسائی اقلیت میں اپنا اعتبار قائم کیا اور مسیحی تنظیموں کو ۲۹۵ سی کے خلاف تحریک چلانے کے لیے منظم کیا۔

جرمن آمر ہٹلر کا معروف قول ہے کہ ایک جھوٹ کی تکرار اس قدر شدت سے کی جائے کہ وہ بالآخر سچ دکھائی دے۔ انسانی حواسِ سامعہ اور ذہنی ڈھانچہ کچھ اس طرح استوار ہوا ہے کہ کسی چیز کو بار بار سننے سے اس کا تأثر ضرور قبول کرتا ہے۔ انسانی نفسیات اور حواس کی اس کمزوری کو مغربی ذرائع ابلاغ نے بھرپور طریقے سے Exploit (استحصال) کیا ہے۔ موجودہ حکومت کی طرف سے قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی بھی غالباً اسی بے بنیاد، اشتعال انگیز اور جارحانہ پراپیگنڈہ مہم کے اثرات کا نتیجہ ہے جو گذشتہ چند برسوں سے بعض مسیحی تنظیموں، انسانی حقوق کی علمبردار NGOs نے شروع کر رکھی ہے۔ اس کے علاوہ امریکی دفتر خارجہ، جرمن حکومت اور مغربی پادریوں کے تواتر سے تنقیدی بیانات نے بھی ہماری قیادت کو متاثر کیا ہے۔ حکومتِ پاکستان پر گذشتہ کئی برسوں سے امریکہ کی طرف سے دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے کہ وہ قانونِ توہین رسالت ﷺ کو واپس لے، معلوم ہوتا ہے اس دباؤ کے خلاف مؤثر مزاحمت میں قدرے کمی واقع ہوئی ہے۔

گذشتہ سطور میں قانونِ توہین رسالت کی مخالفت کا مختصر پس منظر اور اشارات دیئے گئے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناموسِ رسالت ﷺ کے خلاف برپا کی جانے والی اس نامعقول تحریک کے پس پردہ عالمی قوتوں کی سرگرمیوں کا مفصل سروے پیش کیا جائے۔ اس کے مطالعہ کے بعد عام قاری کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا کہ آخر وہ کون سے اسباب و محرکات ہیں کہ حکومتِ پاکستان اس حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ایسا قدم اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے جو اس کی اپنی ساکھ کو مجروح کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ آئندہ سطور میں بحث کو درج ذیل نکات میں پھیلایا گیا ہے:

۱۔ امریکہ اور یورپی ممالک کی بیجا تنقید اور ناروا مداخلت
۲۔ خطوط کی مہم
۳۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کا منفی کردار
۴۔ آنجہانی بشپ جان جوزف کی مجنونانہ جدوجہد
۵۔ جیمس صوبہ خان کی مسیحی تنظیموں کے خلاف فردِ جرم
۶۔ بلاجواز مسیحی ردِ عمل...... چند منتخب واقعات
۷۔ بیرونی دباؤ کے حکومتِ پاکستان پر اعتراضات
۸۔ پاکستان میں مسیحی اقلیت سے سلوک
۹۔ قانون توہین رسالت ﷺ میں تبدیلی کے مضمرات

(۱) امریکہ اور یورپی ممالک کی بے جا تنقید اور ناروا مداخلت

معروف کالم نگار اور ناروے کے موجودہ پاکستانی سفیر جناب عطاء الحق قاسمی نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا تھا: ”میں سمجھتا ہوں کہ یورپی مغربی دنیا کلیسائی ہے لیکن انہوں نے سیکولرازم کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ ہم عملی طور پر سیکولر ہیں لیکن بیرونی دنیا کے سامنے خود کو خونخوار اور جنونی مذہبی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔“ (نوائے وقت ۱۰ر فروری ۱۹۹۸ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مغربی دنیا کے رویہ کے بارے میں قاسمی صاحب کی رائے میں تھوڑا بہت تصرف کر کے یہ کہنے کا میلان رکھتا ہوں کہ "جب اہل مغرب کا مقابلہ مسیحی چرچ سے ہوتا ہے تو وہ 'سیکولر' ہو جاتے ہیں اور جب ان کا واسطہ اسلامی دنیا سے پڑتا ہے تو وہ یکدم 'کلیسائی' ہو جاتے ہیں۔" راقم الحروف نے اپنے ایک مضمون "قانونِ توہین رسالت، انسانی حقوق اور امریکی مداخلت" (شائع شدہ روزنامہ "جنگ" ۶/ اگست تا ۱۰/ اگست ۱۹۹۷ء چار اقساط) میں مغربی دنیا کی طرف سے قانونِ توہین رسالت کی مخالفت کے اسباب و عوامل کا معروضی جائزہ لیتے ہوئے منجملہ دیگر باتوں کے تحریر کیا تھا :

> "امریکہ و یورپ کی حد تک مغربی دانشور مذہب مخالف رویوں کا حامل نظر آتا ہے لیکن وہ ابھی تک مغرب اور اسلام کے تعلقات کو صلیبی جنگوں کے تناظر میں دیکھتا ہے۔ اپنے خود ساختہ مفروضات کی وجہ سے وہ اسلام کے بارے میں سخت خدشات کا شکار ہے...... امریکی سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہے۔ وہ پاکستان کے عیسائیوں کے حقوق کے تحفظ کو محض اس بنا پر اپنی ذمہ داری تصور کرتے ہیں کہ وہ اُن کے ہم مذہب ہیں۔ بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی پر اُن کا ردِ عمل ایک سطحی بیان بازی سے آگے نہ جاسکا۔"

گذشتہ دو سال کے دوران ان موضوعات پر وسیع لٹریچر کے مطالعہ کے بعد راقم الحروف اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ امریکہ اور یورپ 'انسانی حقوق' کو محض اپنی ثقافتی استعماریت اور سیاسی غلبہ کے لیے ایک 'ہتھیار' کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ قوموں کے باہمی تعلقات میں وہ انصاف، مساوات اور برابری کی سطح پر آزادیوں پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ مغرب اور مشرق کے انسانوں کے حقوق کو بھی یکساں نہیں سمجھتے۔

گذشتہ دس برسوں میں امریکہ، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی طرف سے حکومتِ پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے کہ وہ قانونِ توہین رسالت ﷺ کو واپس لے اور عیسائی اقلیت کو مساوی حقوق عطا کرے۔ پاکستان کی مسیحی اقلیت کے بارے میں سیکولرازم اور 'انسان دوستی' کے یہ نام نہاد علمبردار اس قدر حساس واقع ہوئے ہیں کہ یہاں کوئی معمولی سا واقعہ بھی پیش آئے ان کی طرف سے فوراً احتجاجی بیانات کے 'میزائل' داغے جاتے ہیں۔ ان کا سیکولرازم دوسرے ممالک کے مسیحیوں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے لیے اُنہیں دوسرے ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے بھی باز نہیں رکھتا۔

امریکہ اور یورپی ممالک کی طرف سے قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف نہایت تسلسل سے احتجاجی بیانات دیئے جاتے رہے ہیں، اگر ان کو ترتیب دے دیا جائے تو ایک مستقل کتابچہ مدوّن کیا جاسکتا ہے۔ کاش کہ کوئی 'اسلامی حقوق کمیشن' ان موضوعات پر تحقیقات کر کے مسلمانوں کی راہنمائی کرے کہ کس طرح ملتِ کفریہ مسلمانوں کے خلاف 'جسدِ واحد' کی صورت میں سازشوں میں مصروف ہے مگر مسلمان انتشار کا شکار ہیں۔ ذیل میں چند منتخب واقعات کا ذکر بطورِ نمونہ کیا جاتا ہے:

(ا) اپریل ۱۹۸۷ء کو امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی نے پاکستان کو چھ سال کے عرصہ میں چار ارب دو کروڑ ڈالر کی امداد کی فراہمی کے لیے قرارداد منظور کی۔ اس امدادی پیکیج میں پہلی دفعہ "انسانی حقوق کے احترام اور مذہبی آزادیوں کی پاسداری" کی شرائط شامل کی گئیں۔

پاکستان اور امریکہ کے دوطرفہ تعلقات میں اس طرح کی شرائط تعجب انگیز تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی اخبارات نے اس خبر کو شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ نوائے وقت نے ۲۵/ اپریل ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں صفحۂ اول پر چھ کالمی سرخی ان الفاظ میں لگائی "امریکی امداد کو جمہوری عمل، انسانی حقوق اور مذہبی آزادی سے مشروط کر دیا گیا"...... معروف صحافی جناب ارشاد احمد حقانی صاحب نے ۵/ مئی ۱۹۸۷ء کو روزنامہ 'جنگ' میں "مشروط امریکی امداد اور پاکستان کا ردِ عمل" کے عنوان سے مفصل تجزیاتی مضمون قلمبند کیا۔ اس مضمون میں انہوں نے امریکی سینٹ کی خارجہ کمیٹی کی رپورٹ سے اصل اقتباسات بھی نقل کیے۔ اس رپورٹ کا پیرا ۹۲۶ غور طلب ہے۔ اس کی رو سے امریکی صدر پر پابندی عائد کی گئی تھی کہ وہ ہر سال سرٹیفکیٹ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کریں گے کہ حکومت پاکستان نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ازالہ کرنے میں نمایاں ترقی کی ہے۔

اس پیراگراف کے ذیلی نکتہ ۴ میں عجیب و غریب مگر سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک شرط یہ بھی رکھی گئی تھی، اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیے...... امریکی صدر یہ بھی سرٹیفکیٹ دیں گے کہ حکومت

"(۴) اقلیتی گروہوں مثلاً احمدیوں کو مکمل شہری اور مذہبی آزادیاں نہ دینے کی روش سے باز آرہی ہے اور ایسی تمام سرگرمیاں ختم کر رہی ہے جو مذہبی آزادیوں پر قدغن عائد کرتی ہیں"

امریکی سینٹ کی خارجہ کمیٹی نے امداد کے پہلے سے طے شدہ سمجھوتے میں یک طرفہ نظرثانی کی تھی۔ اس نظر ثانی کے پس پشت قادیانیوں کی کوششوں کا خاصا دخل تھا۔ پاکستان کو امریکی امداد سے محروم کر کے وہ اندرونِ ملک حکومت پاکستان پر اپنے دباؤ کو بڑھانا چاہتے تھے۔

(۲) وفاقی جرمنی کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کلاس کنکل نومبر ۱۹۹۲ء میں پاکستان کے دورہ پر آئے۔ لاہور میں قائدِ حزب اختلاف بے نظیر بھٹو سے انہوں نے ملاقات کے بعد بیان دیا "تیسری دنیا کو امداد انسانی حقوق، منتخب حکومت اور منصفانہ انتخابات سے مشروط کر دی جائے۔ جرمن وزیر خارجہ نے بے نظیر کو اقلیتوں سے سلوک پر اپنی تشویش سے بھی آگاہ کیا۔" (روزنامہ جنگ، یکم ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۳) ۹/اگست ۱۹۹۴ء کے "جنگ" میں برطانوی دفتر خارجہ کا یہ بیان چھپا: "مذہبی توہین کے قانون میں ترمیم نہ کرنا افسوسناک ہوگا۔" یہ بات ذہن میں رہے کہ ان دنوں پاکستان میں سلامت مسیح کیس ہائی کورٹ میں زیر سماعت تھا۔ اس خبر کے متن کے یہ جملے بھی غور طلب ہیں :

"برطانوی حکومت کی طرف سے پاکستان پر زور دیا جاتا رہے گا کہ تمام اقلیتوں کے ساتھ نہایت منصفانہ سلوک روا رکھا جائے۔ دفتر خارجہ نے کہا کہ اگرچہ سلامت مسیح پر مذہبی توہین کا الزام برقرار ہے مگر یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ وزیر اعظم بینظیر کی ذاتی مداخلت کی بنا پر سلامت مسیح کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں سلامت مسیح کے ساتھ ملزم منظور مسیح کے قتل کے الزام میں مولوی فضل حق، ماسٹر عنایت اور فضل الحق کے ایک رشتہ دار کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ فضل الحق توہین رسالتؐ کے مقدمہ میں شکایت کنندہ تھا اور عنایت نے رحمت مسیح کے خلاف معاملہ کو ہوا دی تھی۔ برطانوی حکومت منتظر ہے کہ ان ملزموں کے خلاف الزامات عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ برطانوی حکومت گل مسیح کے مقدمہ پر بھی نظر رکھے ہوئے ہے اور یہ مسئلہ پاکستان کے ساتھ اعلیٰ سطح پر اٹھایا گیا ہے۔"

یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ توہین رسالتؐ کے ملزمان کو حکومت نے رہا کرا دیا مگر اس مقدمہ کے مدعی بے گناہ مولوی فضل الحق کو قتل کے مقدمہ میں گرفتار کرا دیا تاکہ سلامت مسیح کیس میں اس سے من چاہا بیان لیا جا سکے۔ حالانکہ منظور مسیح کے اصل قاتل بقول جیمس صوبے خان بشپ رابرٹ عذر لیا اور اس کے دیگر ساتھی ہیں۔

(۴) امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل مارچ ۱۹۹۶ء میں پاکستان کے دورہ پر آئیں اس دوران انہوں نے اپنی تقاریر اور بیانات میں تواتر سے قانونِ توہین رسالتؐ پر تنقید کی۔ روزنامہ نوائے وقت کی ۸/مارچ ۱۹۹۶ کی ایک خبر ملاحظہ فرمائیے :

"امریکہ نے حکومت پاکستان پر زور دیا ہے کہ وہ توہین رسالتؐ کے قوانین منسوخ کر دے کیونکہ امریکہ کے مطابق ان قوانین سے مذہبی عدم رواداری بڑھ رہی ہے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ رابن رافیل نے سینٹ کی سب کمیٹی کو بتایا کہ توہین رسالتؐ کے قانون سے مذہبی عدم برداشت کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے بارہا کھلے عام ان قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔"

(۵) ۲۴/جولائی ۱۹۹۷ء کو پاکستان کے تمام قابل ذکر اردو اخبارات نے سب سے بڑی سرخی یہی لگائی کہ امریکہ نے پاکستان پر زور دیا ہے کہ توہین رسالت کا قانون ختم کر دیا جائے۔ اس خبر پر پاکستان کے محبِ وطن حلقوں نے شدید ردِ عمل

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اظہار کرتے ہوئے اسے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔ راقم الحروف نے اس خبر کے خلاف ردِ عمل کے طور پر ایک تفصیلی مقالہ "قانون توہین رسالتؐ، انسانی حقوق اور امریکی مداخلت" تحریر کیا تھا جو روزنامہ جنگ لاہور، کراچی، راولپنڈی اور لندن سے بیک وقت ۶/ اگست ۱۹۹۷ء اور ۱۰/ اگست ۱۹۹۷ء کے دوران چار قسطوں میں شائع ہوا تھا۔

(۶) ہفت روزہ آواز انٹرنیشنل، لندن نے یکم اگست ۱۹۹۷ء کو امریکی حکومت کے حوالہ سے خبر شائع کی، "کلنٹن انتظامیہ نے پاکستان پر توہین رسالتؐ کا قانون منسوخ کرنے کے لئے زور دیا ہے۔ کانگریس کی منظور شدہ دفتر خارجہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کا آئین اسلام کو مملکت کا مذہب قرار دیتا ہے۔ ۱۹۸۶ء سے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔ سی کے ذریعے نبی اکرم کی توہین کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں پر مظالم ہو رہے ہیں۔ توہین مذہب کے قانون اور امتیازی مذہبی قانون سے اقلیتوں کے خلاف تشدد کو ہوا ملی ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ بار بار پاکستان پر زور دے چکا ہے کہ توہین رسالتؐ کا قانون ختم کیا جائے۔"

(۷) "پاکستان میں مذہبی قوانین اشتعال انگیز ہیں، انہیں کالعدم قرار دیا جائے...... امریکہ"

۸/ مارچ ۱۹۹۶ء کے روزنامہ جنگ کی یہ سرخی تھی۔ اس بیان میں مزید کہا گیا: "یہ قوانین دوسرے مذاہب کے لوگوں کے خلاف تنگ نظری کے حامل ہیں۔ قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں لیکن حکومت انہیں مسلم قرار نہیں دیتی۔"

...... یہ بیان بالکل قادیانی اسلوب کا حامل ہے، امریکی حکومت نے اسے محض دہرانے کا تکلف کیا۔

(۸) ۱۹۹۵ء میں جب سلامت مسیح کیس زیر سماعت تھا جرمنی کے صدر اپریل ۱۹۹۵ء میں اچانک تشریف لائے، ان کا مقصدِ وحید پاکستانی حکومت پر قانونِ توہین رسالتؐ کے سلسلے میں دباؤ ڈالنا تھا۔

۱۶/ اپریل ۱۹۹۵ء کو جرمنی کے صدر کا بیان ملاحظہ فرمایئے: (روزنامہ جنگ، لاہور)

"جرمنی کے صدر ڈاکٹر رومن ہرزوگ نے کہا کہ ہم قانونِ توہین رسالت کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قانونِ توہین رسالت کے حوالے سے نہ صرف صدر فاروق لغاری وزیر اعظم بینظیر بھٹو سے بلکہ قائد حزبِ اختلاف میاں محمد نواز شریف سے بھی گفتگو کی اور اس قانون کے تحت سزا کو سخت قرار دیتے ہوئے اسے نرم کرنے کی تجویز پیش کی۔"

(۹) پاکستان کی جنوبی مسیحی تنظیموں نے لاٹ پادری ڈاکٹر جارج ایل کیری کی منت سماجت کی کہ وہ پاکستان آکر قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف ان کی جدوجہد میں ان کی اَخلاقی سرپرستی و امداد کا فریضہ سرانجام دیں۔ دسمبر ۱۹۹۷ء میں آرچ بشپ آف کنٹربری ڈاکٹر جارج ایل کیری پاکستان تشریف لائے اور آتے ہی اس 'جہاد' میں ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے پاکستانی حکام پر زور دیا کہ ناموسِ رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کی جائے۔ (جنگ ۵/ دسمبر ۱۹۹۷ء)

پاکستان کی مذہبی اور بعض سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں نے ان کے بیانات کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی۔ ذرائع اَبلاغ نے بھی انہیں سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ روزنامہ خبریں نے ۷/ دسمبر ۱۹۹۷ء کو اپنے اداریے میں لکھا:

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انگلستان کے "لاٹ پادری" کسی خاص منصوبہ بندی کے تحت پاکستان آئے ہیں اور انہوں نے یہاں توہین رسالتؐ کے قانون میں ترمیم کا مسئلہ کھڑا کر کے انہوں نے پاکستان کے مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق اور شکوک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات بڑی عجیب ہے کہ انگلستان میں قتل پر موت کی سزا نہیں ہے لیکن ملکہ کی توہین اور برطانوی بحریہ کے جہاز کو نقصان پہنچانے پر موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ انگلستان کے لاٹ پادری کو ملکہ کی توہین پر سزائے موت پر غالباً کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور وہ توہین رسالتؐ کے قانون پر اعتراض کرنے اور اس قانون کو تبدیل کرانے کے لیے پاکستان آگئے ہیں۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) قانون توہین رسالتؐ کے خلاف امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کی مہم جوئی اب تو ان کی خارجہ پالیسی کا مستقل حصہ بن گئی ہے۔ ہر سال ان کی آواز میں شدت اور ان کی رپورٹوں کی ضخامت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے تنخواہ دار پاکستانی مخبر انہیں زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کر رہے ہیں۔ فروری ۱۹۹۸ء میں "امریکی بیورو آف ڈیموکریسی، ہیومن رائٹس اینڈ لیبر" نے پاکستان کے بارے میں مفصل رپورٹ شائع کی۔ اس میں بھی وہی پرانی تکرار موجود تھی۔ روزنامہ "جنگ" اور "خبریں" نے اس رپورٹ کا ترجمہ کئی قسطوں میں شائع کیا۔ راقم الحروف نے اس رپورٹ کا انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹ سے موازنہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ اس رپورٹ کا اصل سرچشمہ پاکستان میں شرانگیزی کرنے والا عاصمہ جہانگیر کا انسانی حقوق کمیشن ہے۔

(۱۱) مارچ ۱۹۹۹ء کے پہلے ہفتہ میں ایک دفعہ پھر مذکورہ امریکی بیورو کریسی کی رپورٹ پاکستانی اخبارات میں شائع ہوئی۔ ایک دفعہ پھر پاکستان کو مذہبی امتیازی قوانین کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھا اور اقلیتوں پر مبینہ ظلم و تشدد کا مبالغہ آمیز تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس دفعہ بھی پاکستانی راہنماؤں کی طرف سے شدید احتجاج کیا گیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حکومتِ پاکستان نے جراءت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس رپورٹ کو نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ یہ بھی کہا کہ یہ رپورٹ پاکستان کی NGOs کی تیار کردہ ہے جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (روزنامہ پاکستان ۷ر مارچ ۱۹۹۹ء)

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک نے پاکستانی عوام کے احتجاج کی پروا کیے بغیر مسلسل قانونِ توہین رسالت کو ختم کرنے کے مطالبہ کی تکرار کی ہے۔ دراصل یہ جدید صہیونی پراپیگنڈہ کا بنیادی اصول ہے کہ غلط بات کی تکرار جاری رکھو۔ شروع میں اس کے خلاف شدید مزاحمت کی جائے گی، مگر آہستہ آہستہ جارحانہ پراپیگنڈہ کے سامنے یہ مزاحمت کمزور پڑتی جائے گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ مزاحمت ختم ہو جائے گی۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا سطور میں جو حوالہ جات نقل کیے گئے ہیں وہ تمام بیانات کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں لیکن ان سے کم از کم آپ یہ اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں کہ ناموسِ رسالتؐ کے خلاف عالمی سطح پر کس درجہ کی مذموم سازش کو عملی شکل دی جارہی ہے اور ہمارے راہنما اس سازش کا ادراک نہ کرتے ہوئے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے تقاضوں سے کس قدر غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

(۲) خطوط کی مہم

امریکہ اور یورپ کو پاکستان کے خلاف بھڑکانے اور پاکستان کے مسیحی گستاخانِ رسولؐ کو ممکنہ سزا سے بچانے کے لیے نوزائیدہ مسیحی تنظیمیں جو زیادہ تر غیر سنجیدہ، جذباتی اور مغرب کے تنخواہ دار مسیحی نوجوانوں پر مشتمل ہیں، یورپ اور امریکہ کی مسیحی تنظیموں کو بے حد مبالغہ آمیز اور دردناک خطوط کا ایسا سلسلہ شروع کرتی ہیں کہ وہاں اضطراب، رنج و الم اور شدید احتجاج کی فضا جنم لیتی ہے۔ یورپی دنیا میں پھیلی ہوئی مسیحی تنظیموں کا یہ "نیٹ ورک" اس طرح کی خطوط بازی سے متاثر ہو کر بالآخر پاکستان کے خلاف وسیع پیمانے پر تحریک برپا کر دیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے زیر اثر ذرائع ابلاغ بھی اس جارحانہ مہم جوئی میں شریک ہو کر پاکستان جیسی اسلامی ریاست کے خلاف زہریلے پراپیگنڈہ کے طوفان کھڑا کر کے پاکستان کو "وحشیوں کے ملک" کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ اس منفی پراپیگنڈہ سے امریکہ اور یورپ کی حکومتیں بھی شدید متاثر ہوتی ہیں، وہ بھی اس احتجاجی مہم میں شریک ہو کر بین الاقوامی قانون اور اخلاقیات کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان پر اپنے دباؤ کو بڑھا دیتی ہیں۔ اس مذموم پراپیگنڈہ مہم کا بنیادی نکتہ ہی یہ رکھا جاتا ہے کہ پاکستان میں جب بھی کسی مسیحی کے خلاف ۲۹۵۔ سی کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں کوئی مقدمہ درج ہوتا ہے، وہ ہمیشہ غلط اور بدنیتی پر مبنی اور اقلیتوں پر ناروا ظلم ڈھانے کی غرض سے درج کیا جاتا ہے۔ مسیحی یورپ اپنے صلیبی تعصب کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر گھٹیا اور رذیل الزام

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تراشی کی 'صحت' کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے بلکہ یورپ کی بعض مسیحی تنظیمیں تو اس انتظار میں ہوتی ہیں کہ پاکستان سے اس طرح کا کوئی خط موصول ہو اور وہ اپنی جارحانہ مہم جوئی کا آغاز کریں۔ مسلمانوں کے خلاف اس طرح کی جدوجہد میں معلوم ہوتا ہے انہیں مریضانہ روحانی لذت محسوس ہوتی ہے۔

پاکستان کے جنونی مسیحی شرانگیزوں کی طرف سے خطوط بازی کی ایسی مہم کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ سرگودھا کے دور دراز کے گاؤں کے ایک عیسائی گل مسیح نے پیغمبر اسلام کے خلاف اہانت آمیز کلمات کہے۔ چشم دید گواہوں کے بیانات کی روشنی میں اس پر ۲۹۵۔ سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں ایڈیشنل سیشن جج نے الزامات ثابت ہونے پر گل مسیح کو سزائے موت سنادی۔ دسمبر ۱۹۹۲ء میں لاہور ہائی کورٹ میں عاصمہ جہانگیر (قادیانی) اور لادین اشتراکی عابد حسن منٹو نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی۔ عاصمہ جہانگیر نے عدالتِ عالیہ میں اس مقدمہ کی پیروی پر اکتفا کرنے کی بجائے حسب معمول پریس ٹرائیل، شروع کر دیا اور مسیحی تنظیموں کو جمع کر کے انہیں امریکہ اور یورپ کی مسیحی NGOs کی حمایت کے لیے خطوط کی مہم جاری کرنے پر اکسایا۔ بعض مسیحی وفد یورپ کے دورہ کے لیے تشکیل دیئے گئے جہاں انہوں نے اس مقدمہ کے خلاف فضا کو ہموار کرنا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں، مسیحی برادری، یورپی حکومتی اہل کاروں اور بعض حساس عیسائیوں نے اس مقدمہ کے حوالہ سے بیان بازی اور احتجاج کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس احتجاجی مہم نے ایک دفعہ پھر صلیبی جنگوں کی یاد تازہ کر دی۔ پاکستان کے ایک عام مسیحی گل مسیح کی حمایت ہی اصل جذبہ محرکہ نہ تھا، یہ دراصل اسلام اور مغرب کے تصادم کے تناظر میں پائے جانے والا زہریلے جذبات کا مجنونانہ اظہار تھا۔

پاکستانی عیسائیوں کے ترجمان ایک پندرہ روزہ رسالے "کیتھولک نقیب" نے اپنی یکم تا ۱۵ر جولائی ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں پوری مسیحی دنیا سے موصول ہونے والے ان خطوط کو شائع کیا۔ ان میں سے درج ذیل منتخب خطوط کے مطالعہ سے آپ راقم کی مذکورہ بالا معروضات کی تائید فرمائیں گے۔ ذرا غور کیجئے ملتِ کفریہ ایک معمولی سے واقعہ کے خلاف کس طرح متحد ہو جاتی ہے، اس کے باوجود مسلمانوں کو متعصب کہا جاتا ہے :

۱۔ "ہم نے غلام اسحٰق کو لکھا ہے کہ وہ منصفانہ فیصلہ کروائیں اور ایسا بہت جلد ہوگا" فلاک، بلجیم

۲۔ "ہمیں یقین ہے تم پر بے بنیاد الزام ہے۔ ہم نے پاکستانی حکامِ بالا کو احتجاجی خطوط لکھے ہیں" لیون، فرانس

۳۔ "ہماری جدوجہد تمہاری رہائی تک جاری رہے گی" گریڈنس، ہالینڈ

۴۔ "حوصلہ رکھو! ہم افریقہ میں تمہارے لیے کوشش کر رہے ہیں" آرنا، جنوبی افریقہ

۵۔ "حکومتِ پاکستان کو ہر صورت میں تمہیں باعزت بری کرنا ہوگا" جین (عورت)، آسٹریلیا

۶۔ "ہم آپ کی طرف سے حکامِ بالا کو لکھ رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو کہ دنیا اس پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے کہ آپ کے ساتھ مناسب برتاؤ کیا جائے" رسل و شیرن سموئل، امریکہ

۷۔ "ہم نے صدر، وزیر اعظم اور اٹارنی جنرل کو خطوط لکھے ہیں" مارک، مانچسٹر

۸۔ "میں نے برٹش فارن آفس کو خط لکھا اور اپیل کی کہ وہ آپکے مقدے کیلئے مدد کرے۔ برادر رلینا سکس، اسکاٹ لینڈ

۹۔ "برطانیہ میں آپ کے لیے زبردست مہم جاری ہے اور ہمیں امید ہے کہ جلد ہی مثبت نتائج سامنے آئیں گے" فریلک، فن لینڈ

۱۰۔ "مجھے یقین ہے کہ تم بے گناہ ہو، میں نے وزیر اعظم نواز شریف سے اپیل کی ہے کہ قانونِ گستاخی رسول منسوخ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروائیں اور آپ کو جلد از جلد رہا کیا جائے" ڈیوڈ، اسکاٹ لینڈ

۱۱۔ میں نے اسٹیٹ سے اعلیٰ افسران کو اس بات پر رضامند کیا ہے کہ وہ احتجاجی خطوط لکھیں۔ مائیکل کٹلے، امریکہ

۱۲۔ "کینیڈا کے اخبار میں آپکے متعلق پڑھا، ہم ہر طرح سے آپکے ساتھ اور آپکی رہائی کے لیے کوشاں ہیں" لاری، کینیڈا

...... گستاخ گل مسیح کے لیے اس کے ہم مذہب یورپی مسیحیوں کی سطحی جذباتیت ملاحظہ کیجئے :

۱۳۔ "تم میری دعاؤں میں ہو" کیٹ (عورت)، آئرلینڈ

۱۴۔ "میں آپکو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ اس مشکل وقت میں ہم آپ کیلئے دعائیں اور سوچ وبچار کر رہے ہیں" اینا ایڈورڈ، انگلینڈ

۱۵۔ "تم کہاں ہو، ہم مل کر تمہیں ضرور ڈھونڈ لیں گے"۔ مارک، آسٹریلیا

۱۶۔ "خداوند کے فرشتے تمہاری مدد کرتے ہیں" جولاک، ایمسٹرڈم

(نوٹ: یہ تلخیص شدہ بیانات میں نے ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری کے مضمون امتناعِ قادیانیت آرڈیننس، دفعہ 295-C سے نقل کئے ہیں جو کتاب "امریکہ جیت گیا" میں شامل ہے۔) ...... خطوط کا لب ولہجہ بتا رہا ہے کہ یہ خطوط گل مسیح کو لکھے گئے۔ گویا یہاں سے بھیجا جانے والا خط اس کے دستخطوں سے جاری کیا گیا تھا۔

مندرجہ بالا جذباتی تعریف، بیانات اور خطوط وصول کرنے کے بعد گل مسیح جیسا معمولی درجہ کا انسان اپنے آپ کو جس روحانی ترفع کے مقام پر سمجھے گا، وہ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایک مجرم گل مسیح کو تخیلات کے زور پر ان مسیحی مکتوب نگاروں نے ایک مقدس ہستی کا روپ دے دیا۔ اس عزت افزائی کے بعد اگر گل مسیح مقدمہ سے بری ہو جائے تو کیا وہ اس 'جرم' کی طرف دوبارہ مائل نہیں ہوگا؟ یہی اہل یورپ کی بے جا اور متعصبانہ حمایت ہے جو پاکستان کے ادنیٰ درجہ کے مسیحیوں کو توہین رسالت کے جرم پر اُبھارتی ہے۔ یہ تو محض چند خطوط ہیں جن کو یہاں نقل کیا گیا ہے، اس طرح کے ہزاروں خطوط اگر ہمارے حکمرانوں کو مل جائیں، تو کیا ان کے فیصلوں پر اثرانداز نہ ہوں گے؟

(۳) ایمنسٹی انٹرنیشنل کا منفی کردار

انسانی حقوق کے صیہونی نیٹ ورک کا ایک خطرناک اور فریب کن مہرہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی صورت میں کام کر رہا ہے۔ انسانی حقوق کے پردے میں یہ درحقیقت خفیہ صیہونی ایجنڈے کی تکمیل پر گامزن ہے۔ مسلمان ممالک کے خلاف اسکا رویہ حد درجہ معاندانہ ہے۔ یہ امریکہ کی مخالفت بھی وہاں کرتا ہے جہاں یہودی ایجنڈے کو زک نہ پڑنے کا امکان ہو۔

یہودی ہمیشہ قادیانیت نواز رہے ہیں۔ اگر پاکستان کی انسانی حقوق کی تنظیموں پر قادیانی چھائے ہوئے ہیں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے، یہ یہودی قادیانی گٹھ جوڑ کا منطقی نتیجہ ہے۔ عاصمہ جہانگیر کی سرپرستی میں چلنے والا انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان درحقیقت ایمنسٹی انٹرنیشنل کا ایجنٹ بلکہ پاکستانی ونگ ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (HRCP) کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کے بارے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل جو رپورٹیں تیار کرتا ہے اس کا اصل سرچشمہ، منبع ومصدر HRCP ہی ہے۔ HRCP اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹوں میں حد درجہ مماثلت بلاوجہ نہیں ہوتی۔ عاصمہ جہانگیر عجب فریب کی چال چلتی ہے، پہلے وہ خود ہی ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی حکومت کو اعداد وشمار بھجواتی ہے۔ بعد میں جب ایمنسٹی انٹرنیشنل، اور امریکی دفتر خارجہ یہی رپورٹیں اپنے دستخطوں کے ساتھ پاکستان کے متعلق جاری کرتے ہیں تو عاصمہ جہانگیر ان کو خوب اُچھالتی ہے۔ HRCP کے تنخواہ دار جعلی دانشور اس پر تجزیے کے انبار لگا دیتے ہیں۔ کمیشن کے "پے رول" پر صحافی اخبارات میں ان پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضمون نگاری فرماتے ہیں۔ انگریزی اخبارات ورسائل جن پر HRCP کی نوازش ہائے بے جا عام ہیں، اپنے اداریوں میں ان پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح عاصمہ جہانگیر کی طرف سے تیار کردہ منفی اور پاکستان کو بدنام کرنے والی رپورٹ یورپ کی 'لانڈری' سے جب دھل کر آتی ہے تو اس کا خوب چرچا کیا جاتا ہے۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۷ء میں انسانی حقوق کی رپورٹوں کے اس "فراڈ" اور ڈرامے کا اپنے ایک مضمون میں پول کھولا تھا۔ حکومت پاکستان کو حال ہی میں یہ سارا ڈرامہ سمجھ میں آیا ہے۔ مارچ ۱۹۹۹ء میں جب ایمنسٹی انٹرنیشنل اور امریکی دفتر خارجہ کی پاکستان کی انسانی حقوق کی صورت حال کے متعلق رپورٹیں منظر عام پر آئیں تو پاکستان کے دفتر خارجہ نے پہلی مرتبہ یہ بیان دیا کہ یہ رپورٹیں پاکستان کی NGOs کی ارسال کردہ ہیں

ایمنسٹی انٹرنیشنل پاکستان کے قادیانیوں پر ہونے والے مبینہ 'مظالم' کی داستانیں خوب نمک مرچ لگا کر پیش کرتی ہے۔ اس کی ایک بھی رپورٹ ایسی نہیں ہے جس میں پاکستان کے قادیانیوں کی مظلومیت کارونا نہ رویا گیا ہو۔ اسی طرح اس کی ایک بھی رپورٹ ایسی نہیں ہے جس میں پاکستان کے قادیانیوں کی کسی ایک زیادتی کی نشان دہی کی گئی ہو۔ گویا انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ پاکستان کے قادیانی تو "معصوم عن الخطاء" ہیں۔ اس کے باوجود بھی وہ بے حد ڈھٹائی سے اپنے غیر جانبدار مبصر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں پیپلز پارٹی کے دور میں جب پاکستان میں قانونِ توہین رسالت کے خاتمے کی تحریک زوروں پر تھی۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی اس قانون کے تحت قادیانیوں پر ظلم و ستم کو مبالغہ آمیز طریقے سے بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ اپریل ۱۹۹۴ء میں ایمنسٹی نے ایک رپوٹ جاری کی جس کا عنوان تھا: "پاکستان میں جماعتِ احمدیہ پر مظالم کے سلسلہ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تازہ رپورٹ"

قادیانی ہفت روزہ 'الفضل انٹرنیشنل' نے یکم جولائی ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں اس رپورٹ کا ترجمہ شائع کیا۔ اس رپورٹ میں قادیانیوں کے روزنامہ 'الفضل'، ماہنامہ 'انصار اللہ'، عورتوں کے رسالہ 'مصباح'، قادیانی نوجوانوں کے رسالہ 'خالد' اور پندرہ روزہ رسالہ 'تحریکِ جدید' کے خلاف درج کردہ مقدمات کی مکمل تفصیلات اور اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اس قدر باریک بینی سے تیار کئے گئے ہیں کہ قادیانیوں کے سوا نہیں کوئی دوسرا مرتب کر ہی نہیں سکتا۔ اس رپورٹ میں قادیانیوں کو 'مسلمانوں کا ایک فرقہ' بتایا گیا ہے۔ اور قادیانیوں کو 'غیر مسلم' قرار دینے اور قادیانی مذہب کی تبلیغ پر پابندی عائد کرنے کا مکمل پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے۔ ۲۹۸۔بی کے علاوہ قانونِ توہین رسالت یعنی ۲۹۵۔سی کا بھی مفصل جائزہ لیا گیا ہے...... ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس رپورٹ کے بعض حصوں اور سفارشات کو یہاں نقل کرنا مفید معلوم ہوتا ہے:

۱۔ "اس دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت کئی ایک احمدیوں پر مقدمات قائم کئے گئے ہیں لیکن ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اطلاع کے مطابق کسی احمدی کو اس کے تحت ابھی تک سزا نہیں دی گئی۔ (تو پھر واویلا کس بات کا ہے......؟؟)

۲۔ پاکستان میں نت نئی کڑی قانون سازی کی وجہ سے جماعتِ احمدیہ کے افراد کو محض اظہار رائے کی آزادی کے حق، اور مذہبی عقائد کے اظہار کی آزادی کے حق کو استعمال کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جاسکتا ہے اور پھانسی کی سزا دی جاسکتی ہے۔

۳۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل خاص طور پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵/سی کی قانونی ترمیم جو توہین رسالت ﷺ کے جرم کی سزا صرف اور صرف موت قرار دیتی ہے، پر تشویش کا اظہار کرتی ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نزدیک سزائے موت انتہائی غیر منصفانہ اور سنگدلانہ سزا ہے۔

۴۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل حکومت پاکستان سے تقاضا کرتی ہے کہ مذہبی عقائد کے اظہار کی بنا پر کسی احمدی کے خلاف نہ تو کوئی مقدمہ درج کیا جائے اور نہ ہی سزا دی جائے۔

۵۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتی ہے کہ دفعہ ۲۹۵/سی کے تحت سزائے موت کی ممانعت ہونی چاہئے اور ایسے اقدام کرنے چاہئیں جس سے اس جرم کی سزا سزائے موت ختم ہوسکے۔"

مذکورہ بالا رپورٹ کے علاوہ بھی ہر موقع پر ایمنسٹی انٹرنیشنل نے پاکستان میں توہین رسالتؐ کے قانون کو ختم کرنے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مطالبہ کیا۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل رپورٹ ۱۹۹۷ء: ۱۹۹۷ء میں پاکستان نے اپنی گولڈن جوبلی منائی۔ اس سال کے دوران مغربی میڈیا اور صہیونی اداروں نے پاکستان کی نظریاتی اَساس کو وسیع پیمانے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ یہودی لابی کے زیر اثر اخبارات اور رسالہ جات نے قیامِ پاکستان کو ایک 'غیر دانش مندانہ' اور انسانیت کو مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرنے والے فیصلہ کے طور پر اُچھالا۔ اس وقت ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ۱۹۹۷ء کی رپورٹ راقم کے سامنے ہے۔ یہ رپورٹ بھی ۱۹۹۷ء میں صہیونی لابی کی طرف سے پاکستان مخالف ایجنڈا کی پیروی پر مبنی ہے۔ اس میں پاکستان مخالف پراپیگنڈہ اپنے عروج کو پہنچا ہوا ہے۔ پاکستان کو ایک وحشیانہ ریاست کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کا بیشتر حصہ قادیانیوں کے خلاف کیے جانے والے مبینہ ظلم وستم، قانونِ توہین رسالتؐ ۲۹۵۔سی کے خلاف زہر افشانی اور پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی پر پابندیوں کے طولانی ذکر پر مشتمل ہے۔ اس رپورٹ میں حسبِ معمول 'قادیانی حقوق' کو انسانی حقوق کا لبادہ اوڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نزدیک 'انسانیت' اور 'قادیانیت' ہم معنی ہیں۔ ان کے نزدیک پاکستان میں اگر کسی طبقہ کے 'انسانی حقوق' ہیں، تو وہ صرف قادیانی اُمت ہے۔ قادیانیوں کے خلاف درج مقدمات میں حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اور واقعات کو قادیانی آنکھ سے بیان کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کو پاکستان کے نام نہاد انسانی حقوق کمیشن کی سالانہ رپورٹیں دیکھنے کا موقع بھی ملا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی مذکورہ رپورٹ پاکستان کے انسانی حقوق کمیشن کی تیار کردہ معلوم ہوتی ہے۔ راقم الحروف کا وِجدان یہ کہتا ہے کہ اس رپورٹ کا اصل مصنف انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کا ڈائریکٹر آئی۔ اے رحمٰن قادیانی ہے کیونکہ اس رپورٹ کا طرزِ نگارش اس نامور قادیانی صحافی کی تحریروں سے بہت حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ اس رپورٹ کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں قانونِ توہین رسالتؐ کے مرتکب زیر حراست بے ضمیر قادیانیوں کو ''ضمیر کے قیدی'' (Prisoners of Conscience) کا خطاب دیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کا ۸۰ فیصد حصہ قادیانیوں کی حمایت میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے چند اقتباسات قارئین کے غوروفکر کے لیے درج کیے جاتے ہیں:

۱) ''تعزیراتِ پاکستان کی ان دفعات (۲۹۵۔سی) کو مذہبی جرائم کے نام پر کئی سالوں سے سینکڑوں لوگوں کو ہراساں اور پریشاں کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اس طرح دراصل ان کو آزادیٔ مذہب کے اصول پر کاربند ہونے کی سزا دی جاتی ہے۔ زیادہ تر اس ظلم کا نشانہ بننے والی پاکستان کی مذہبی اقلیتیں احمدی اور عیسائی ہیں۔''

۲) ''توہین رسالتؐ کے بہت سے مقدمات میں ملزموں کو توہین رسالتؐ کے اقدامات کی وجہ سے نہیں بلکہ اقلیتی طبقہ کے ساتھ نفرت اور ذاتی دشمنی، حسد یا پیشہ ورانہ رقابت کی وجہ سے ان مقدمات میں اُلجھایا گیا۔ اسطرح توہین رسالتؐ کے ملزم محض اپنے مذہبی عقائد کی وجہ سے ضمیر کے قیدی بنائے گئے اور جب سے توہین رسالت کی سزا صرف موت مقرر کی گئی ہے، کئی ایسے ضمیر کے قیدیوں کو سزا دیے جانے کا امکان ہے اور فی الحقیقت ان کو ایسی سزا سنائی گئی ہے۔''

۳) ''تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ ۱۹۸۶ء میں کیا گیا جس کے مطابق ہر وہ شخص جو رسولِ کریم ﷺ کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے، اسے عمر قید یا موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ بعد میں عمر قید کی سزا کو ختم کر کے توہین رسالت کی سزا صرف موت ہی رہنے دی گئی۔''

۴) ''اس وقت دو ہزار کے لگ بھگ احمدیوں پر مذہبی الزامات پر مشتمل مقدمات مختلف عدالتوں میں ہیں اور ۱۱۹ احمدیوں پر توہین رسالتؐ کے مقدمات زیر دفعہ ۲۹۵۔سی قائم ہیں۔''

۵) ''احمدیوں کے ساتھ کئی نوع کا امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ انہیں آزادیٔ تقریر حاصل نہیں اور نہ ہی کوئی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماع کر سکتے ہیں، ان کی کئی مساجد کو 'سیل' کر دیا گیا ہے۔ لٹریچر شائع کرنے پر پابندی ہے، تعلیم اور ملازمتوں کے حصول میں امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔ ان کا سوشل اور اقتصادی بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔"

۶) "ملکی اور عالمی سطح پر توہین رسالتؐ کی دفعات خصوصاً دفعہ ۲۹۵۔ سی کے غلط استعمال پر احتجاج کی وجہ سے ۱۹۹۴ء حکومت نے ایک بیان میں کہا تھا کہ وہ اس ضمن میں دو ترامیم کرے گی: "(i) توہین رسالتؐ کا مقدمہ درج کرنے اور گرفتاریوں سے پہلے جوڈیشل مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔ (ii) توہین رسالتؐ کے دفعات کے تحت جھوٹا مقدمہ درج کرانا قابل دست اندازی پولیس جرم متصور ہوگا۔"...... لیکن دینی تنظیموں کے احتجاج کی وجہ سے ۱۹۹۵ء کے وسط میں بینظیر حکومت اس سے مکر گئی۔"

۷) "۱۹۹۵ میں صدر فاروق لغاری نے عیسائیوں کو یقین دلایا کہ مجسٹریٹوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ عیسائیوں پر توہین رسالت کے مقدمات درج کرنے سے پہلے ان کی چھان بین کر لیا کریں۔ تقریباً ۲ سال تک ان ہدایات کا مثبت اثر محسوس کیا جاتا رہا...... جہاں عیسائیوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ ان کے خلاف توہین رسالتؐ درج کرنے سے پہلے مجسٹریٹ واقعات کی چھان بین کریں گے، ایسی یاددہانی سرکاری طور پر احمدیوں کو نہیں کرائی گئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ احمدیوں کے خلاف بعض مقدمات میں حکومت کے کہنے پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔ سی کا اضافہ کیا گیا۔"

۸) "ایمنسٹی انٹرنیشنل تمام ضمیر کے قیدیوں کی فوری اور بلا شرط رہائی کا مطالبہ کرتی ہے جن کو صرف ان کے مذہبی حقوق کی ادائیگی کی وجہ سے قیدی بنایا گیا۔ نیز ایسے توہین رسالتؐ کے الزامات جو کسی کے عقیدہ کی بنا پر لگائے گئے ہوں، فوری طور پر واپس لیے جائیں۔"

تبصرہ: نکتہ نمبر ۷ میں درج یہ جملہ "ایسی یاددہانی سرکاری طوری پر احمدیوں کو نہیں کرائی گئی" کوئی گورا عیسائی یا غیر قادیانی لکھ ہی نہیں سکتا۔ ایمنسٹی کی رپورٹ میں قادیانیوں کی عبادت گاہوں کو 'مساجد' لکھا گیا ہے۔ یہی تو اصل وجہِ تنازعہ ہے کہ مرزائی تمام باتوں میں مسلمانوں سے الگ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو 'مسلمان' کہلانے پر بضد اور ان کے شعائر اور اصطلاحات کے استعمال پر مصر ہیں۔ وہ جان بوجھ کر کنفیوژن پھیلانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ میں مرزائیوں کی 'مساجد' کو مقفل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ان کی عبادت گاہیں کبھی مقفل بھی کی جاتی ہیں، تو اس بنا پر نہیں کہ وہ قادیانیوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ وہ محض اس بنا پر مقفل کی جاتی ہیں کہ ان کے دروازے پر 'مسجد' تحریر کیا جاتا ہے جو پاکستانی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ پاکستان میں اگر محض قادیانی عبادت گاہ سمجھ کر کسی عمارت کو 'سیل' کیا جاتا تو سب سے پہلے ربوہ کی جامع مسجد اور آج کل لاہور میں ماڈل ٹاؤن، سی بلاک میں قادیانیوں کی پر رونق عبادت گاہ کو ضرور 'سیل' کیا جاتا جہاں ہر جمعہ کو کم از کم ایک ہزار گاڑیاں باہر سڑک پر پارک نظر آتی ہیں۔

مگر ایمنسٹی انٹرنیشنل والوں نے تو صرف اس بات کی جگالی کرنی ہے جو پاکستان کا 'قادیانی' حقوق کمیشن انہیں سپلائی کرتا ہے۔ ایمنسٹی نے اپنی رپورٹ میں قادیانیوں کے خلاف دو ہزار مقدمات کو عدالتوں میں زیر سماعت بتلایا ہے۔ کوئی صاحبِ فہم و فراست اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ یہ تمام مقدمات غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی اس طرح کی رپورٹیں من گھڑت ساز، لغو، منفی پراپیگنڈہ اور قادیانی حمایت کا شرمناک مظہر ہوتی ہیں۔ ۲۹۵۔ سی کے خلاف ان کی محاذ آرائی دین اسلام سے ان کی کدورت اور قلبی بغض کی آئینہ دار ہے۔

(۴) آنجہانی بشپ جان جوزف کی قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف مجنونانہ جدوجہد

قانون توہین رسالت ﷺ کی رو سے تمام انبیاءِ کرام کی اہانت قابل تعزیر ہے۔ اس کی زد میں صرف اقلیتی فرقہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ ہی نہیں آتے، اکثریتی فرقہ کے لادین گستاخانِ رسول ﷺ پر بھی بارہا اس قانون کی رو سے مقدمات درج کیے گئے ہیں لیکن مسیحی راہنما اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے اس قانون کے خلاف غیر ضروری حساسیت اور مجنونانہ انتہاپسندی کا شکار ہیں۔ان کا ردّعمل حقائق کی بجائے غیر متوازن ہیجان خیزی اور اعصابی تشنج کا مظہر ہے۔ان کی اس جنون خیزی نے انہیں یورپ میں برق رفتار ہر دلعزیزی عطا کی ہے۔یورپ میں سستی شہرت کا جنون انہیں اپنے ملک میں بعض غیر ضروری مسائل کا واویلا مچانے پر بھی اکساتا رہا ہے۔اس نوع کے جذباتی مہم جو مسیحی راہنماؤں میں آنجہانی بشپ جان جوزف کا نام سر فہرست ہے۔۷/مئی ۱۹۹۸ء کو انہی بشپ صاحب نے ساہیوال میں ایوب مسیح کی سزا کے خلاف مبینہ طور پر رات کی تاریکی میں سیشن کورٹ کے سامنے خود کشی کا ارتکاب کیا۔بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں سازش کے تحت قتل کیا گیا تاکہ مسیحیوں کے جذبات بھڑکا کر انہیں مسلم اکثریت سے دیوانہ وار ٹکرانے کیلئے تیار کیا جائے، بعد کے ہنگاموں نے ان خدشات کو درست ثابت کیا۔

بشپ جان جوزف نے یورپ میں قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف ہنگامہ خیز جدوجہد برپا کیے رکھی۔حسب توقع ان کی جدوجہد کو متعصب اہل یورپ نے خاصی پذیرائی بخشی۔۱۹۹۵ء کے آخری مہینوں میں انہوں نے جرمنی کی مسیحی تنظیموں کے ساتھ مل کر پاکستان میں قانونِ توہین رسالتؐ کے خاتمہ کے لیے دستخطی مہم چلائی۔مسیحی رسالہ 'شاداب' جس کی ایڈیٹر مسیحی خاتون کنول فیروز ہیں، کی ۱۶/جنوری ۱۹۹۶ء کی اشاعت میں بشپ جان جوزف کا ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان تھا "اٹھاسی ہزار جرمنوں کا ۲۹۵۔سی کے خاتمہ کا مطالبہ "۔اس مضمون میں بشپ صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں اس دستخطی مہم کی کامیابی کا ذکر کیا ہے۔بلکہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے جرمنی میں متعین پاکستان کے سفیر جنرل درّانی صاحب کو کس طرح تگنی کا ناچ نچایا۔بشپ جان جوزف کے مذکورہ مضمون سے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لیے نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) "حال ہی میں میسو آخن (مسیحی امدادی انجمن) کی راہنمائی میں ایک مہم کا آغاز ہوا جس میں توہین رسالتؐ ۲۹۵۔سی میں لازمی سزائے موت کے خاتمے کے لیے لوگوں سے دستخط اکٹھے کیے گئے۔چند ہی ماہ میں جرمنی کے تمام علاقوں سے تقریباً اٹھاسی ہزار دستخط جمع ہوگئے۔میسو آخن نے جمعرات ۱۴/دسمبر ۱۹۹۵ء کو صبح دس بجے جرمنی کے دارالخلافہ بون کے پریس کلب میں دستخط سپرد کرنے کی تقریب کا اہتمام کیا۔"

(۲) "جرمنی کے معاون وزیر خارجہ نے دستخط کے موٹے موٹے دستے پاکستانی سفیر اسد درانی کے سپرد کیے۔پاکستانی سفیر نے اپنا تحریری بیان پڑھا۔انہوں نے کہا کہ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں آئے کہ ۲۹۵۔سی کے خلاف دستخطوں کی اتنی بڑی دستاویز وصول کریں...... آخر میں انہوں نے تنبیہ کرنے کے لہجے میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ "مجھے آپ کو خبردار کرنا ہے کہ اگر آپ مسیحی برادری کی حمایت کرتے ہیں تو آپ کو دوسری برادری کے ردِّعمل یعنی جوابی حملے کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے"

(۳) "اس کا کیا کیا جائے کہ اس قانون سے نہ صرف مسیحی اور احمدی پریشان ہیں بلکہ خود مسلمان بھی اس سے پریشان ہیں۔کئی شرمناک اور افسوسناک واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں، جہاں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کو گستاخ رسول کا الزام لگا کر ان پر تشدد کیا گیا یا پھر سنگسار کر دیا گیا اور ان کے بدن پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگادی گئی۔"

(۴) "ستمبر ۱۹۹۵ء میں سکھر میں جو واقعہ ایک مسیحی نوعمر بچی کے ساتھ ہوا، وہ ہمارے لیے بہت بڑا دھچکا ہے۔کیرل شکیل (۱۴ سالہ مسیحی بچی) نے امتحانی پرچہ میں کچھ تحریر کیا جو اس کی مسلم استانی کے نزدیک حضور ﷺ کی شان کے خلاف تھا۔اس واقعہ کو مسجد کے لاؤڈ سپیکرز کی مدد سے گردونواح میں پھیلا دیا گیا اور ۲۵۰ مولوی حضرات نے دستخط کر کے یہ اعلان کر دیا کہ اس لڑکی کو قتل کر دیا جائے یا پھر اس کے بچاؤ کا واحد رستہ ہے کہ یہ مسلمان ہو جائے...... اور اسے مسلمان ہونا پڑا"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵) "گزشتہ سال (۱۹۹۴ء) پاکستان کے صدر فاروق احمد لغاری نے اعلان کیا کہ آئندہ پولیس کے پاس یہ اختیارات نہیں ہوں گے کہ وہ خود گستاخِ رسول کے کسی بھی ملزم کو گرفتار کرے، مدعی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک رسائی کرے جو بعد میں ابتدائی پوچھ گچھ کے بعد پولیس کو اختیار دے گا کہ وہ معاملہ میں دخل اندازی کر سکے۔"

قارئین کرام! آپ خود اندازہ فرمایئے قانونِ توہین رسالتؐ کو ختم کرانے کے لیے کس قدر من گھڑت قصے، مبالغہ آمیز افسانے اور عجوبہ روزگار جھوٹ، اشتعال انگیز افترا پردازیاں اور لغو کہانیاں گھڑی گئیں۔ بشپ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ان سے دریافت کیا جاسکتا تھا کہ پاکستان کے وہ کون سے مسلمان ہیں جنہیں قانونِ توہین رسالتؐ کے 'جرم' کی پاداش میں 'سنگسار' کیا گیا یا ان کے بدن پر 'مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگادی گئی'؟ پاکستان کے حالات سے واقف کوئی بھی شخص اس من گھڑت دروغ گوئی پر یقین نہیں کرے گا۔ لیکن صلیبی کینہ کا شکار اہل یورپ تو بڑے اشتیاق سے ایسے افسانوں کو سنتے ہیں اور ان پر 'ایمان' لے آتے ہیں۔

بشپ صاحب خاصے زرخیز ذہن کے مالک تھے، جس فنکارانہ چابکدستی سے انہوں نے نوعمر مسیحی بچی کو زبردستی مسلمان کرانے کا افسانہ تخلیق کیا وہ انہی کا کمال تھا۔ اس طرح کے 'تخلیقی شہ پاروں' سے ہی مسیحی یورپ کے ذہن کو متاثر کیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے ایک شہر سکھر میں تھوڑی ہی دیر میں ۲۵۰ مولوی حضرات کو آخر کس طرح جمع کیا جاسکتا ہے؟ اگر اس معمولی واقعہ پر ۲۵۰ مولوی جمع ہوسکتے ہیں، تو عام یورپی فرد تو یہی سمجھتا ہوگا کہ بڑے واقعات میں ہزاروں مولوی جمع ہو کر مسیحی عوام پر ظلم وستم ڈھاتے ہوں گے۔ بشپ جان جوزف جیسے مسیحی راہنماؤں کے اسی مذموم اور منفی پراپیگنڈہ کا نتیجہ ہی ہے کہ امریکہ اور یورپ کی حکومتیں مسلسل پاکستان پر توہین رسالت ﷺ کا قانون ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالتی رہتی ہیں۔

آنجہانی بشپ جان جوزف نے یورپ میں اپنی 'فتوحات' سے شہ پاکر پاکستان میں اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر دیا۔ اب روز کے جلسے جلوس ان کا معمول بن گیا اور یورپ میں اپنی پذیرائی دیکھنے کے بعد وہ پاکستانی حکام کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان کی تقاریر میں زہریلا پن اور ان کا لب ولہجہ بے حد اشتعال انگیز اور توہین آمیز ہوتا گیا۔ ۱۱/ اگست ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد میں انہوں نے ایک ریلی سے بے حد جذباتی اور باغیانہ انداز میں خطاب کیا، جس پر انہیں بغاوت کے الزام کے تحت گرفتار کر لیا گیا مگر جلد ہی مغربی ممالک کی مداخلت کی وجہ سے انہیں رہا کر دیا گیا۔

فیصل آباد سے نکلنے والے ایک مسیحی ماہنامہ 'مکاشفہ' کی اگست ۱۹۹۶ء کی اشاعت میں بشپ جان جوزف کا انٹرویو شائع ہوا جس میں انہوں نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"میں سمجھتا ہوں کہ عملی طور پر ۲۹۵۔ سی کے قانون میں ترمیم ہوچکی ہے۔ اگرچہ اس کا ابھی تک کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوا۔ ترمیم کے ثبوت ہمیں ملے ہیں۔ صدرِ پاکستان نے جو وعدہ کیا تھا وہ زبانی طور پر ملک کے تمام ڈپٹی کمشنروں کو پہنچا دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب سکھر میں ایک چودہ سالہ لڑکی پر توہین رسالتؐ کا الزام لگایا گیا تو وہاں کے ڈی۔ سی نے پرچہ نہ ہونے دیا۔ لاہور میں ایک مسیحی پر الزام لگا کہ اس نے مسجد میں ایک خط پھینکا ہے، پرچہ وہاں بھی درج نہیں ہوا تھا...... حال ہی میں کمالیہ میں ایک مسیحی لیکچرار پر گستاخی رسول کا الزام لگایا گیا ہے...... لیکن خوش قسمتی سے وہ لیکچرار بچ نکلا ہے اور چھپا ہوا ہے۔ وہاں کا ڈی۔ سی بھی پرچہ نہیں درج کر رہا...... مجھے پورا یقین ہے کہ یہ قانون ختم ہو جائے گا کیونکہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ملک کے اندر اور ملک کے باہر ہر وہ قانونی حربہ استعمال کریں گے جس سے انتہا پسندوں کی چیخیں نکل جائیں گی۔ آپ نے دیکھا کہ جرمنی میں پاکستانی سفیر چلا اُٹھا تھا کہ جرمن لوگوں نے گستاخی رسول ﷺ قانون کے خاتمہ کے لیے ۹۰ ہزار دستخط کس طرح پاکستانی سفارت خانے میں پہنچائے ہیں۔"

بشپ صاحب کا یہ بیان چشم کشا ہے..... اس سے یہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ۱۹۹۴ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے عوامی دباؤ کے خوف اور اپوزیشن کی مخالفت کے پیش نظر پارلیمنٹ سے تو اس قانون کو تبدیل نہ کرایا لیکن عملاً صدارتی ہدایات کے ذریعے سے توہین رسالتؐ کے قانون پر عملدرآمد کو معطل کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے صدر پاکستان اور حکومت کی مسیحی برادری سے خفیہ 'ڈیل' ہوئی تھی جس میں انہیں یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ وہ بے فکر رہیں، مناسب وقت پر اس قانون کو واپس لے لیا جائے گا۔

(۲) اہل حکمت کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ بشپ جان جوزف جنوری ۱۹۹۶ء میں اپنے مضمون میں تحریر کر چکے تھے کہ سکھر کی ۱۴ سالہ لڑکی کو ۲۵۰ مولویوں کے دباؤ کے نتیجے میں 'مسلمان' بننے پر مجبور ہونا پڑا۔ مگر اگست ۹۶ء میں اپنے مذکورہ انٹرویو میں وہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے کہہ گئے کہ سکھر کے DC نے اس لڑکی کے خلاف پرچہ درج نہ ہونے دیا۔ جس بچی کی حفاظت اس ضلع کا ڈپٹی کمشنر کر رہا ہو، اسے زبردستی مسلمان کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ یہ سوچنا اسطرح کے افتراء بازوں کا کام نہیں ہے۔ وہ تو محض واقعات گھڑنے کے ماہر ہیں تاکہ اپنے مذموم اہداف کو پورا کرسکیں۔

(۳) بشپ صاحب کے بیان سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ حکومت کی ہدایات کے زیر اثر ضلعی انتظامیہ ایسے افراد کو بھی حراست میں لینے سے گریز کر رہی تھی جو عملاً قانونِ توہین رسالت کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے تھے۔

(۴) بے حد تعجب کا مقام ہے کہ بشپ جان جوزف جیسے ناقدین قانونِ توہین رسالتؐ کے بے ربط اور خود تردیدی Self Contradictory بیانات کا معروضی جائزہ لینے کی بجائے ان کو درست سمجھ لیا گیا اور اس ضمن میں پاکستان کی ۹۷ فیصد آبادی کے جذبات کا قطعاً کوئی خیال نہ رکھا گیا۔

(۵) جیمس صوبے خان کی مسیحی تنظیموں کے خلاف فردِ جرم

ایک کرپٹ اور بد عنوان ٹولہ کس طرح پاکستان کی عیسائی اقلیت کا استحصال کر رہا ہے اور اقلیتوں کے حقوق کی آڑ میں کس درجہ گھناؤنے جرائم میں ملوث ہے، اس کا پول حال ہی میں ایک محبِ وطن عیسائی راہنما جناب جیمس صوبے خان نے بے حد واشگاف الفاظ میں کھولا ہے۔ جیمس صوبے خان "پاکستان نیشنل کرسچین لیگ" کے صدر ہیں، عیسائی کمیونٹی میں ان کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ مجلہ "الدعوۃ" نے جنوری ۱۹۹۹ء کی اشاعت میں جیمس صوبے خان کے پیش کردہ حقائق اور دستاویزی ثبوت کی بنیاد پر ایک مفصل رپورٹ شائع کی ہے، جیمس صوبے خان کی ہوشربا رپورٹ کے یہاں اہم نکات درج کیے جاتے ہیں:

(۱) "میں (صوبہ خان) عرصہ ۳۵ سال سے ملک و ملت کی ترقی و خوشحالی، نظریۂ پاکستان اور قومی سلامتی کے تحفظ میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ میں غیر ملکی چرچ، مشنری تنظیموں اور اداروں کی بد عنوانیوں، بے ضابطگیوں، ریشہ دوانیوں، مسیحی جائیدادوں کی ناجائز فروختگی اور غریب مسیحی عوام کی امداد کے نام پر ہر طرح کی لوٹ مار کرنے والے غیر ملکی مفاد پرست ٹولے اور ان کی پالتو نام نہاد تنظیموں کے آلہ کاروں کے خلاف بھرپور جدوجہد کر رہا ہوں۔"

(۲) "قیامِ پاکستان کے بعد انتقالِ اقتدار کے ایکٹ کے تحت ان تنظیموں اور اداروں پر غیر ملکی تسلط اور مداخلت برقرار رکھنا آزادئ وطن کی توہین ہے۔"

(۳) "فیصل آباد کے پنجابی بشپ جان جوزف کی ہلاکت کا معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا جب کہ اس کی جگہ تامل ناڈو کا بشپ بنایا گیا۔ غیر ملکی مفاد پرست ٹولے نے اسے خود کشی بنا کر مسیحی برادری کے لیے قربانی قرار دیا اور جلسے جلوسوں میں توڑ پھوڑ کروا کر عالمی سطح پر حکومت اور مسیحی برادری کو خوب بدنام کیا اور ملک میں بدامنی اور انتشار کو فروغ دیا۔ غرضیکہ ملک بھر میں جس چرچ اور تنظیم پر نظر ڈالیں تو اندر سے کچھ اور ہی ہوگی۔"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ''نیشنل کرسچین کونسل پاکستان'' ۳۲ ربی، فاطمہ جناح روڈ، لاہور پراسرار چرچ تنظیموں کا متحدہ ادارہ ہے جو انتہائی پراسرار ہے۔YMCA بھی پراسرار سرگرمیوں کی بنا پر تباہ حال ہے۔ گویا یہ سب تنظیمیں اور ادارے غیر ملکی مفاد پرست تنظیمیں ہیں''

(۵) ''کتنی شرمناک بات ہے کہ مسیحیوں کے خلاف اِکا دُکا واقعات کو اچھالنے، ملک میں بدامنی اور انتشار پھیلانے، حکومت اور مسیحی برادری کو عالمی سطح پر بدنام کرنے میں یہ لوگ کتنی مہارت رکھتے ہیں لیکن مسیحی برادری کی فلاح وبہبود پر توجہ نہیں دیتے جو ان کے اصل فرائض ہیں۔ ان کی پالتو تنظیموں کے چند آلہ کار شرپسند عناصر اِکادکا واقعات کی جستجو میں لگے رہتے ہیں جس طرح گدھ مردار کو ڈھونڈتی ہے۔''

(۶) ''سیاسی، سماجی، انسانی حقوق کی تنظیمیں اور NGOs پاکستان میں جاسوسی کے اڈے ہیں''

(۷) ''سینٹ انتھونی اسکول، لارنس روڈ کے پرنسپل سسل چوہدری نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی ہدایت پر اپنی ایک پالتو نام نہاد سیاسی تنظیم بنام ''کرسچین لبریشن فرنٹ'' بنائی۔ اس کے ذریعے سے مسیحیوں کو حقوق کے نام پر ملک کی سلامتی کے خلاف اکسایا جارہا ہے۔''

(۸) ''پاکستان میں NGOs کی نام نہاد تنظیمیں انسانی حقوق کی آڑ میں غیر ممالک سے سرمایہ حاصل کر کے غلط رپورٹیں تیار کرتی ہیں۔

(۹) ''توہین رسالت ﷺ کے مشہور مقتول ملزم منظور مسیح کو بھی انہوں نے قتل کروایا۔ پھر دوسرے ملزمان رحمت مسیح اور سلامت مسیح کے جلوسوں کی فوٹو اور ویڈیو فلمیں بنا کر بشپ سموئیل عذرایا بمعہ اپنی بیوی خوشنود وکٹر عذرایا اور دیگر ایسے لوگ غیر ممالک گئے اور اس واقعہ کو غلط رنگ دے کر ملک کو بدنام کیا اور سرمایہ حاصل کیا۔

(۱۰) انسانی حقوق کمیشن کی چیئرپرسن عاصمہ جہانگیر اور بشپ سموئیل رابرٹ عذرایا کا پالتو جوزف فرانسس سات افراد کی ٹیم لیکر نوشہرہ گیا اور وہاں کے مسیحی خاندان کے نو افراد کے قتل کی تحقیقات کیلئے دولاکھ ڈالر حاصل کیے۔

(۱۱) ''کیتھڈرل سکولوں کے کوارڈی نیٹر کرنل (ر) کے ایم رائے نے بشپ الیگزنڈر ملک، کیتھڈرل سکول کے پرنسپل ماسٹر یوسف جلال اور کنول فیروز وغیرہ سے مل کر ''پنجاب ریلیجس سوسائٹی'' کی کروڑوں کی جائیداد فروخت کرکے دولت کمائی۔''

(۱۲) ''بشپ الیگزنڈر ملک نے ٹورنٹو (کینیڈا) میں سنگ مرمر کا عالیشان محل وائٹ ہاؤس کے نام سے تعمیر کروایا ہے۔ راولپنڈی میں ایک نام نہاد ادارے کے نام پر کروڑوں ڈالر حاصل کئے۔ لاہور والٹن روڈ پر واقع مندروں کے ایک اور نام نہاد ادارہ کے نام پر کروڑوں ڈالر حاصل کر کے ہضم کیے''۔

(۱۳) ''بشپ سموئیل رابرٹ عذرایا نے مختلف نام نہاد فلاحی تنظیموں کے نام پر امریکہ، جاپان اور دیگر ممالک سے کروڑوں ڈالر حاصل کئے اور خود ہضم کر لئے۔ جبکہ اس کا باپ جان بنیان عذرلیا کراچی میں چائے کا سیل مین تھا۔ چرچ ورلڈ ڈویژن نیویارک کی آڈٹ رپورٹ کے مطابق، بشپ عذرایا نے پندرہ کروڑ روپے کا گھپلا کیا''۔

(۱۴) ''ملک کا قانون کوئی بھی ہو، قانون شکنی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا قابل تعزیر جرم ہے۔ بشپ عذرایا لاقانونیت کا ماہر استاد ہے۔ مسیحیوں کے خلاف اِکادکا واقعات کے حقائق کو مسخ کر کے اشتعال دلانا، پھر ہنگامہ آرائی کروانا اس کی سرشت ہے۔ بشپ عذرایا نے توہین رسالتؐ کے مشہور مقتول ملزم منظور مسیح کے قتل میں اہم کردار ادا کیا۔ میری اطلاع کے مطابق اس کی پالتو تنظیموں کے آلہ کار ساتھیوں میں جوزف فرانسس، یونس راہی، نعیم شاکر ایڈووکیٹ، سلیم سلوسٹر، کنول فیروز، ماسٹر یوسف جلال اور ڈیوڈ عرفان وغیرہ شامل ہیں۔ اس ٹولے نے قتل کے روز ملزمان منظور مسیح، سلامت مسیح، اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجھیت مسیح کو طے شدہ پروگرام کے مطابق نعیم شاکر کے دفتر ۹ ٹرنر روڈ سے پولیس کی حفاظت کے بغیر پیدل روانہ کیا اور قاتلوں کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ پھر قتل کی اس اصل واردات کو چھپانے اور اس کے حقائق کو مسخ کرنے کیلئے جوزف فرانسس کو مدعی بنایا گیا۔ جس نے غلط رنگ دے کر تھانہ مزنگ میں مقدمہ درج کروایا اور اس واقعہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں رکھی اور اندرون و بیرونِ ملک خوب اچھالا۔ اس واقعہ کو غیر ممالک سے کیش کروا کر خوب ڈالر کمائے اور امیر شخص بن گیا۔ جوزف فرانسس نے جرمنی اور دیگر ممالک کے دوروں میں لاکھوں ڈالر اور پونڈ حاصل کر کے ہضم کر لئے۔"

(۱۵) "دیگر مسیحی تنظیموں نے بھی سانحہ شانتی نگر اور بشپ جان جوزف کی ہلاکت کے نام پر خوب چاندی بنائی"

(۱۶) "حکومت کو چاہئے کہ بشپ سموئیل عذرایا، بورڈ ممبران اور پالتو آلہ کاروں کے خلاف سنگین جرائم کے ارتکاب میں مقدمات درج کر کے ان کا کڑا احتساب کیا جائے۔ بشپ جان الیگزینڈر ملک، اس کے ساتھیوں، متذکرہ سب تنظیموں اور اداروں اور ان کے پالتو آلہ کاروں کے خلاف فوری کاروائی کی جائے۔ اعلیٰ سطح کی چھان بین کی جائے کہ ان کو کہاں سے کتنا اور کیسے سرمایہ حاصل ہوا۔ ان کی دولت اور اثاثے منجمد کیے جائیں۔"

<u>دیگر مسیحیوں کے بیانات</u>: یہ صرف جیمس صوبہ خان کے خیالات ہی نہیں ہیں، بہت سے دیگر مسیحی راہنما بھی اس "مسیحی لوٹ مار مافیا" سے اسی طرح شاکی ہیں۔ کرسچین نیشنل کونسل کے چیئرمین معروف مسیحی راہنما سیلاس گاڈون نے اس مافیا کی ملک دشمن سرگرمیوں پر چند ماہ پہلے تنقید کرتے ہوئے کہا :

> "C-295 کو کالا قانون اور لٹکتی تلوار کا نام دے کر مخصوص گروہ درپردہ عزائم کی خاطر عالمی سطح پر پاکستان کے وقار کو مجروح کر رہا ہے۔ پنجاب کے علاوہ دیگر تین صوبوں میں اس دفعہ کے تحت کوئی مقدمہ درج نہیں ہوا۔ اکثر مقدمات صرف فیصل آباد کا تھولک ڈایوسس میں درج ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ مخصوص گروہ چند ڈالروں کی خاطر اپنے وطن کو عالمی سطح پر بدنام کر رہا ہے۔ آج تک کسی غیر مسیح کے خلاف مقدمہ درج نہیں ہوا، یہ گروہ یہ بات ثابت کر کے باہر سے سرمایہ منگواتا ہے۔ مقدمے کے اندراج اور نچلی سطح پر خاموشی کے بعد مقدمہ ہائی کورٹ تک لے جایا جاتا ہے اور پھر اقلیتی کانفرنس، جلسے جلوس، بیان بازی اور پوسٹرز کے ذریعے عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ گرانٹ لینے کے بعد مقدمے میں ملوث شخص کے اہل خانہ کو کچھ نہیں دیا جاتا، پچھلے دنوں ۱۵ لاکھ ڈالر حاصل کیے گئے۔ یہ منظم گروہ ویڈیو فلمیں بھی بھیجتا ہے اور غیر ملکی مشنری اداروں اور NGOs سے بھاری رقوم منگواتا ہے اور اس گروہ نے مسلم مسیحی امن کونسل بھی بنا رکھی ہے مگر عملاً مسلم علمائے دین کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں کی جاتی ہیں۔ اگر اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرائی جائیں تو سنسنی خیز انکشافات سامنے آسکتے ہیں۔ (حوالہ مسیحی ماہنامہ "نئی دنیا" لاہور، اگست، ستمبر ۹۸ء، جلد ۱۰، شمارہ ۷)

حکومتِ پاکستان کو ان لٹیرے افراد کی ہاہاکار سے متاثر ہونے کی بجائے جناب سیلاس گاڈون کی تجویز پر عمل کرتے ہوئے ان کے خلاف تحقیقات کرانی چاہئیں۔ دو چار لٹیروں پر ہاتھ پڑ گیا تو وہ قانون توہین رسالتؐ کے خلاف بیانات کا ورد بھول جائیں گے اور انکی ساری چالت پھرت رفو چکر ہو جائے گی۔

محبِ وطن مسیحی راہنماؤں کی اس واضح شہادت کے بعد کیا کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قانونِ توہین رسالت کے خلاف ہنگامہ آرائی ایک بین الاقوامی سازش ہے؟ <u>یہ کوئی مسیحی مذہبی مسئلہ نہیں ہے، یہ دراصل پاکستان میں ڈالروں کے سیلاب کا منطقی نتیجہ ہے</u>۔ ایک مخصوص مسیحی مافیا جو بقول جیمس صوبے خان "مردار ڈھونڈنے والے گدھ ہیں" پاکستان میں فساد اور انتشار برپا کرنے کی گھناؤنی وطن دشمن کاروائیوں میں مصروف ہے۔ ان کی فسادی سرگرمیوں کی سرکوبی ملکی سالمیت اور وطن عزیز میں مستقل قیامِ امن کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ حکومت پاکستان مسلمان اکثریت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی بجائے اس غیر ملکی سرمائے کے زور پر متحرک مسیحی مافیا کے ہاتھوں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'بلیک میل' نہ ہو۔ اس مکروہ مافیا کی سرگرمیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہی دراصل سارے انتشار کا حل ہے۔ مسلمان اکثریت مسیحیوں سے ہمیشہ رواداری کا برتاؤ کرتی آرہی ہے، اسے خواہ مخواہ مطعون نہ ٹھہرایا جائے۔ وسیع پیمانے پر کرپشن میں ملوث مذکورہ بالا نام نہاد مسیحی لیڈروں کے خلاف فوری قانونی اقدامات کیے جائیں۔ نہایت تعجب ہے کہ حکومت پاکستان نے اب تک انہیں کھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے؟ کیا یہ لوگ محض مغربی ممالک کے منظورِ نظر اور ایجنٹ ہونے کی بنا پر پاکستان میں 'قانون سے بالاتر' ہستیاں بنادی گئی ہیں؟

(۶) بلاجواز مسیحی ردِّ عمل ...... چند واقعات

عیسائی پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں، جن کی کل آبادی تقریباً ۱۵ لاکھ ہے۔ پاکستانی عیسائیوں کی اکثریت پر امن طریقے سے رہ رہی ہے۔ وہ اپنے مذہبی معاملات میں مکمل آزادی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، لیکن ایک مفاد پرست ٹولہ مغربی مسیحی تنظیموں سے فنڈز کی بازیابی اور پاکستانی قادیانیوں کے گٹھ جوڑ سے بلاجواز شر انگیزی میں مبتلا ہے۔ ذیل میں حالیہ برسوں میں وقوع پذیر ہونے والے چند واقعات بیان کیے گئے ہیں، جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شر پسند مٹھی بھر ٹولہ کا ردِّعمل کس قدر جذباتی، نامعقول اور غیر حقیقت پسندانہ رہا ہے :

(۱) <u>سلامت مسیح، رحمت مسیح کیس:</u> مئی ۱۹۹۳ء میں گوجرانوالہ کے ایک نواحی گاؤں (رتہ دوہتڑ) میں رحمت مسیح، منظور مسیح اور سلامت مسیح نے جامع مسجد کی بیت الخلا میں ایسی پرچیاں پھینکیں جن پر حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخانہ جملے لکھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے مسجد کی لیٹرین کی اندرونی دیوار اور مقامی سکول کی بیرونی دیوار پر بھی نبی کریم ﷺ کے خلاف توہین آمیز کلمات لکھے پائے گئے۔ مسجد کے پیش امام مولانا فضل الحق کی شکایت پر ان کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ سیشن کورٹ گوجرانوالہ نے تمام شہادتوں کا مفصل جائزہ لینے کے بعد ملزموں کو سزائے موت سنائی۔ سزا کا فیصلہ ہوتے ہی انسانی حقوق کی تنظیموں اور مسیحی این جی اوز کے شرپسندوں نے طوفانِ بد تمیزی برپا کر دیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ میں اس کیس کو اُچھالا گیا۔ عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی موقع پاتے ہی اس مہم جوئی میں کود پڑیں اور اس کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چند مسیحی راہنماؤں ڈاکٹر شیلابی چارلس، بشپ جان جوزف، فرانسس جوزف، فادر جولیس وغیرہ نے علاقہ میں آئے روز احتجاجی جلسے منعقد کر کے ایک بھونچال کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ تنخواہ دار صحافیوں کے ذریعے اخبارات میں منفی پراپیگنڈہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ سی این این، بی بی سی، وائس آف امریکہ اور دیگر مغربی ذرائع ابلاغ نے اس کیس کو مسیحیوں پر 'ظلم وستم کی مثال' بنا کر پیش کیا۔ امریکی وزارتِ خارجہ، جرمن حکومت اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ ملزمان کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ ذرائع ابلاغ کے پراپیگنڈہ کا حکومت پر یہ اثر ہوا کہ وزیراعظم پاکستان بینظیر بھٹو مسیحی اقلیت سے 'یکجہتی' کے اظہار کیلئے گوجرانوالہ خود تشریف لے گئیں۔ انہوں نے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> "توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے کے فیصلہ پر میں ذاتی طور پر ناخوش ہوں۔ عدالت کے فیصلہ پر مجھے حیرت بھی ہوئی ہے اور دکھ بھی"

لاہور ہائیکورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی۔ جسٹس عارف اقبال بھٹی اور جسٹس خورشید احمد (پیپلز پارٹی کے سابق راہنما) نے اس اپیل کو سنا۔ ہائی کورٹ میں کیس کی سماعت کے دوران عاصمہ جہانگیر کی قیادت میں مسیحی جنونیوں نے "پریس ٹرائل" بھی جاری رکھا۔ پاکستانی اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں وہ ہڑبونگ مچایا گیا کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شاید پاکستان کی مسیحی آبادی کی ایک کثیر تعداد کو تہ تیغ کر دیا گیا ہو۔ چند ہی دنوں میں ہائی کورٹ نے ملزمان کو رہا کر دیا۔ اس مقدمہ کے مدعی مولوی فضل حق کے ساتھ جو بیتی، وہ ایک المناک کہانی ہے۔ انہیں پولیس گھر سے اغوا کر کے لے آئی۔ اخبارات کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق انہیں چیف سیکرٹری پنجاب کے گھر محبوس رکھا گیا اور ان پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اس مقدمہ سے اپنی دستبرداری کا اعلان کریں۔ دوسرے دن انہیں ہائی کورٹ میں پیش کر کے انتہائی دباؤ کے عالم میں اپنی مرضی کا بیان ریکارڈ کروا لیا گیا۔ راقم الحروف نے مقدمہ کی سماعت کے دوران امریکی قونصلیٹ جنرل کی ایک سینئر خاتون افسر کو عدالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ عاصمہ جہانگیر کے نام نہاد انسانی حقوق کمیشن نے جب اس مقدمہ کے ملزمان کی رہائی کے لئے مال روڈ پر جلوس نکالا، تو یہ امریکی خاتون اس جلوس کے ساتھ سڑک کی راہداری پر آہستہ آہستہ چلتی جارہی تھیں۔ گوجرانوالہ کے جید علماء کی ایک نہ سنی گئی۔ گوجرانوالہ کے معروف عالم مولانا زاہد الراشدی نے بعد میں اپنے رسالہ 'الشریعہ' میں تحریر کیا کہ ہم نے ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دے کر اس کیس کی دوبارہ تفتیش کی پیش کش کی تھی اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا مگر ہماری بات کسی نے نہ سنی اور نہ ہی ہمیں اس مقدمہ میں فریق بننے کی اجازت دی گئی۔ این جی اوز تو اُودھم مچائے ہوئے تھیں کہ یہ مقدمہ ذاتی رنجش کی بنا پر غلط قائم کیا گیا ہے۔ ادھر سلامت مسیح کے چچا کراچی سے بار بار مقامی مسلمان بزرگوں کو خط لکھ رہے تھے کہ "بچوں سے غلطی ہوگئی ہے آپ معاف کردیں۔ آئندہ ہم ذمہ داری لیتے ہیں"۔ یہ خطوط بعد میں چند رسالوں نے شائع بھی کئے۔ مگر ہیجانی پراپیگنڈہ کے غبار میں حقائق کو اس طرح اُڑا دیا گیا کہ سارا معاملہ ہی غتربود ہوگیا۔ بعد میں سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو آناً فاناً وی آئی پی کا درجہ دے کر ملک سے فرار کرا دیا گیا۔ ڈاکٹر جان جوزف، بشپ فیصل آباد، جو سلامت مسیح کیس کو 'جنگ وجدل' کا روپ دیتے رہے تھے، نے بعد میں اپنے ایک مضمون "۲۹۵ سی کو روکنا منع ہے" میں اپنی اس 'عظیم کامیابی' پر یوں تبصرہ کیا:

> "گستاخِ رسول کے ایک ملزم منظور مسیح کے قتل پر ہم نے اتنا احتجاج کیا کہ اس کی آواز تمام دنیا میں گونج اُٹھی۔ اس احتجاج اور بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے پاکستانی حکومت نے ہماری آواز پر دھیان دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گل مسیح، سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو نہ صرف موت کی سزا سے آزاد کر دیا گیا بلکہ ان کو محفوظ پناہ گاہ بھی مہیا کر دی گئی۔ (عیسائی جریدہ 'کیتھولک نقیب' یکم نومبر ۱۹۹۵ء)

(۲) شانتی نگر کا واقعہ: ۱۹۹۶ء میں شانتی نگر (خانیوال) کا واقعہ بھی پورے عالم کے مسیحی ذرائع ابلاغ کے نیٹ ورک کی غیر معمولی توجہ کا باعث بنا رہا۔ لاہور، اسلام آباد، فیصل آباد اور کراچی سے انسانی حقوق کی تنظیمیں اور یورپ کے سرمائے سے چلنے والے مسیحی اداروں نے بہت جلد ہی شانتی نگر کو اپنے 'گھیرے' میں لے لیا۔ پاکستان میں غیر ملکی ذرائع اَبلاغ کے نمائندے بھی بے حد برق رفتاری سے وہاں جمع ہوگئے اور انہوں نے دھڑا دھڑ خبریں، تصاویر، اور ویڈیو فلم بنا کر اپنے ہیڈ آفس میں بھجوانا شروع کردیں۔ سی این این ہر آدھے گھنٹہ بعد اس واقعہ کی تازہ بہ تازہ رپورٹ اُچھالتا رہا۔ حسب معمول امریکہ اور یورپ کے سیاستدانوں کے بیانات آنا شروع ہوگئے۔ مغربی ذرائع اَبلاغ نے حکومتِ پاکستان کو اس قدر Unnerve (حواس باختہ) کیا کہ خود وزیراعظم پاکستان کو دو مرتبہ بنفسِ نفیس شانتی نگر جانا پڑا۔ حکومتِ پنجاب نے فوری اور ہنگامی بنیادوں پر ان ہنگاموں کو ختم کرنے کیلئے اقدامات کئے۔ عاصمہ جہانگیر کے انسانی حقوق کمیشن اور دیگر این جی اوز کی "خوش بختی" جاگ اُٹھی، بڑی دیر کے بعد ایسا 'نادر' موقع ان کے ہاتھ آیا تھا کہ جس کو وہ اپنے مفادات کے لئے استعمال کرسکتے تھے۔ یورپ والے بھی اس طرح کی معلومات کے حصول کے لئے بے چین تھے جنہیں پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے استعمال میں لایا جاسکے۔ امریکہ اور یورپ سے ایک دفعہ پھر شانتی نگر کے متاثرین کے لئے پاکستانی NGOs بالخصوص مسیحی اداروں کو کروڑوں ڈالر بھجوائے گئے۔ ضلعی انتظامیہ خانیوال کی شامت آئی ہوئی تھی۔ وہ ہر ممکن تعاون کر رہی تھی مگر پھر بھی اس پر دباؤ ڈالا جارہا تھا۔ راقم الحروف کو خانیوال کے بعض معتبر افراد اور ضلعی انتظامیہ کے ارکان سے واقعہ شانتی نگر کے اسباب اور بعد کی صورتحال پر مفصل تبادلہ خیال کا موقع ملا۔ بلاشبہ اس واقعہ کے ذمہ دار بعض جنونی مسیحیوں کے علاوہ کچھ پولیس اہلکار بھی تھے۔ جنہوں نے منشیات کے چند ملزموں کو گرفتار کرنے میں احتیاط کا دامن ملحوظِ خاطر نہ رکھا۔ مگر یہ معمولی درجہ کی لغزش تھی، اس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ کو شروع میں کنٹرول کیا جاسکتا تھا۔ شانتی نگر کے واقعہ کے بعد بعض لوگوں نے یہ بھی رپورٹ کیا کہ بعض NGOs کے افراد نے شانتی نگر کے مکینوں کو اپنے کچے گھریا جھونپڑے خود گرانے پر بھی اکسایا تاکہ اس کی تصویریں بنا کر یورپ بھیجی جا سکیں، یورپ والے ان تباہ کن گھروں کو دیکھ کر ہی کروڑوں ڈالر بھجوا سکتے تھے۔ "موقع پرست" مسیحی تنظیمیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئیں، انہوں نے کروڑوں ڈالر وصول کئے۔ مگر ان کا کس طرح استعمال کیا وہ آپ انہی صفحات میں ایک مسیحی راہنما کی صوبے خان کی زبانی پڑھ چکے ہیں، حکومت پاکستان نے بھی بیرونِ ملک کے دباؤ سے متاثر ہو کر، ایک اطلاع کے مطابق تین کروڑ روپے شانتی نگر کے متاثرین کی 'بحالی' کے لئے خرچ کئے۔

(۳) وزیر اعظم میاں نواز شریف کے بیان کی مذمت: ۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء کو روزنامہ 'جنگ' نے ایک خبر شائع کی جس کا شاید بہت کم لوگوں نے نوٹس لیا ہو۔ مگر یہ بظاہر معمولی سی خبر چونکا دینے والی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گذشتہ چند برسوں میں مغربی سرمائے سے پاکستان میں کھمبیوں کی طرح اگ آنے والی مسیحی NGOs اب اس قدر دلیر، بے باک، گستاخ اور جارحیت پسند ہو گئی ہیں کہ وہ اس ملک کے وزیر اعظم کے خلاف بے باکانہ زبان درازیوں سے بھی باز نہیں رہتیں۔ ہوا یوں کہ وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے اسلام آباد میں ایک منعقدہ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

> "اسلام کے سیاسی فلسفہ کی بنیاد جمہوریت پر مبنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ: اسلام کے خلاف نظریاتی تنازعہ مکمل طور پر غیر ضروری ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کو مغرب کا دشمن سمجھتے ہیں، ایک محدود تاریخی پس منظر رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی بنیاد پرستی کو مغرب نے بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اسے شکست دینے پر زور دیا، اسلامی بنیاد پرستی پر مسلمان کو فخر ہے۔
> وہ بنیادیں یہ ہیں: توحید، رسالت، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، ان پر عمل کر کے مسلمان اپنے آپ کو سچا مسلمان گردانتے ہیں۔
> کیا یہ بنیاد پرستی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بنیاد پرستی (فنڈامنٹلزم) کی اصطلاح عیسائیت سے آئی ہے لیکن اسے اسلام پر تھوپ دیا گیا" (روزنامہ "جنگ" لاہور، ۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء)

وزیر اعظم پاکستان کی تقریر کے آخری جملے پر بعض نوزائیدہ جذباتی مسیحی تنظیموں نے شدید احتجاج کیا حالانکہ وزیر اعظم نے جو بات کی تھی وہ حقیقت کے عین مطابق تھی۔ یہ جاہل لوگ ہر وقت بھڑکاؤ اور اشتعال کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اگر وہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، امریکانا، انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن کا مطالعہ کر لیتے تو انہیں اصل حقائق کا علم ہو جاتا، مگر نعرے بازی جن کی کاروائیوں کا اصل جوہر ہو تو وہ علمی باتوں کی طرف کب متوجہ ہوتے ہیں۔ دوسرے دن مسیحی NGOs کا ایک غول وزیر اعظم نواز شریف پر برس پڑا۔ ان کا احتجاج بے بنیاد، غیر منطقی اور جہالت پر مبنی تھا۔ ان تنظیموں کے بیانات سطحی جذباتیت کا رنگ لئے ہوئے تھے۔ روزنامہ جنگ نے ۸/ اکتوبر ۹۸ء کو ان کے احتجاجی بیانات شائع کئے۔ اس خبر کا متن رخلاصہ ملاحظہ ہو:

> "مسیحی راہنماؤں نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ وزیر اعظم کے اس بیان پر مسیحی برادری کو دکھ ہوا ہے اور اس سے مسیحیوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وزیر اعظم اپنا بیان واپس لیں۔ وزیر اعظم کے بیان سے مسیحی برادری پریشان ہو گئی ہے۔ مسیحی خواتین کی ایک تنظیم نے اس بیان کے خلاف مال روڈ پر مظاہرہ کا اعلان بھی کیا۔
> "پاکستان نیشنل کرسچین لیگ" کے عہدیداران نے بے حد جذباتی انداز میں مذکورہ تقریر کو افسوس ناک قرار دیتے ہوئے وزیر اعظم کو یہ جتلایا کہ "انہیں علم ہی نہیں ہے کہ مسیحی برادری بھی پاکستان کی رعایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ پاکستان مغرب یعنی مسیحی دنیا کا ہر طرح سے محتاج ہے"۔

راقم الحروف نے مسیحی تنظیموں کے اس ہفواتی اور لغو احتجاج کا نوٹس لیتے ہوئے "اسلام، عیسائیت اور بنیاد پرستی" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا تھا۔ جو ماہنامہ "محدث" کے اکتوبر ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔ راقم الحروف نے مذکورہ بالا اور دیگر حوالہ جات کی روشنی میں بے حد تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ وزیر اعظم کا بیان حقیقت پر مبنی ہے بلکہ ان کے بیان کی "قابل اعتراض" سطر تو "ڈکشنری آف ایتھکس، تھیالوجی اینڈ سوسائٹی" کے الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ راقم الحروف نے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مقالہ میں پاکستانی مسیحی برادری اور مسلمان اکثریت کے تعلقات میں رخنہ اندازی کی سازش پر اربابِ حل وعقد کو متنبہ کرتے ہوئے تحریر کیا تھا :

"اِکا دکا واقعات سے قطع نظر، اس وقت مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان باہمی تعلقات کی فضا خوشگوار ہی کہی جا سکتی ہے۔ لیکن جس طرح بعض مسیحی راہنماؤں نے وزیراعظم کے حقیقت پسندانہ بیان پر غیر ذمہ دارانہ بیانات دیئے ہیں، تو اس سے یہ خدشات پیدا ہوگئے ہیں بعض عاقبت نااندیش اقلیتی راہنماؤں کی جذباتیت پسندی، امن کی موجودہ فضا کو شاید قائم نہ رہنے دے گی" ...... (ماہنامہ محدث، اکتوبر ۱۹۹۸ء)

راقم الحروف کے یہ خدشات چند ماہ بعد ہی درست ثابت ہوگئے جب بشپ جان جوزف کی خودکشی / قتل (مئی ۹۸ء) کے بعد ان تنخواہ دار مسیحی تنظیموں نے مال روڈ پر مسلح ہو کر جلوس نکالے، مساجد میں مسلمان نمازیوں پر پتھراؤ کیا اور مسلمانوں کی اَملاک کو نقصان پہنچایا۔

(۴) **بشپ ڈاکٹر جان جوزف کی خودکشی (قتل؟)**: جون ۹۸ء میں گستاخِ رسول ایوب مسیح کے خلاف الزامات ثابت ہونے کے بعد سیشن کورٹ ساہیوال نے اسے موت کی سزا سنائی۔ بعض مسیحی جنونی عدالت کا فیصلہ سن کر "احتجاجی ہسٹریا" میں مبتلا ہوگئے۔ قانونِ توہین رسالت ﷺ کے خلاف جدوجہد کرنے والے ایک دفعہ پھر متحرک ہوگئے۔ ایوب مسیح کے دفاع کے لئے یورپ سے سولہ لاکھ ڈالر کی خطیر رقم بھیجی گئی تھی۔ سیشن کورٹ میں ناکامی کے بعد اس رقم کے حصہ داروں میں پھوٹ پڑ گئی۔ پھر ایک دن رات کو نو بجے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت بشپ جان جوزف کو قتل کر کے سیشن کورٹ کے سامنے پھینکنے کا ڈرامہ رچایا گیا۔ خبر یہ پھیلا دی گئی کہ بشپ جان جوزف نے ایوب مسیح کی موت کے خلاف احتجاجاً خودکشی کر لی ہے۔ غیر ملکی مفاد پرست مسیحی ٹولے کو قانونِ توہین رسالت ﷺ کے خلاف ہنگامہ خیز اور فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لئے کسی بہت بڑے 'موڑ' کی ضرورت تھی۔ انہوں نے بشپ جان جوزف کی 'لاش' پر پاکستان میں مسیحی اقلیت کی طرف سے بڑی ہنگامہ آرائی کا منصوبہ بنایا۔ درحقیقت پیپلز پارٹی نے انہیں قانونِ توہین رسالت ﷺ کی تبدیلی کی یقین دہانی کرائی تھی۔ مسلم لیگ کی حکومت کے آنے کے بعد وہ سخت مایوسی میں مبتلا تھے۔ نئی حکومت کو اپنے ناروا مطالبہ کے سامنے جھکانے کے لئے انہوں نے یہ ساری خطرناک منصوبہ بندی کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ مسیحی یورپ اور عالمی چرچ اپنے بشپ کے قتل کے بعد اس قدر شدید احتجاج کرے گا کہ پاکستان کی حکومت اس کی تاب نہ لا سکے گی۔ اقلیتی حقوق کے ان بدبخت منادوں نے اپنے مذموم مقاصد کے لئے مسلمانوں اور عیسائی اقلیت کے درمیان خطرناک تصادم کا خطرہ پیدا کر دیا۔ ۷/ مئی کو ملک بھر میں یومِ احتجاج منایا گیا...... اس کے بعد کیا ہوا؟ نوائے وقت (۸/ مئی ۹۸ء) کا ادارتی نوٹ ملاحظہ فرمایئے :

"ملک بھر سے آئے ہوئے مسیحیوں نے بشپ جان جوزف کی موت پر احتجاج کرتے ہوئے شاہراہِ قائداعظم پر دو مختلف مقامات پر ہونے والے نمازِ جمعہ کے اجتماعات پر دھاوا بول دیا، دوسری طرف شاہراہِ فاطمہ جناح سے لیکر قرطبہ چوک تک تباہی مچا دی۔ مظاہرین مارکیٹوں اور دفاتر میں گھسے اور پنجاب اسمبلی پر بھی حملے کی کوشش کی۔ انہوں نے مال روڈ بلاک کر دی۔ نمازِ جمعہ کے وقت جب مساجد میں نمازی آنا شروع ہوئے تو یکدم مسیحیوں نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ مساجد پر دھاوے کے دوران مسیحی نوجوانوں نے پتھراؤ کے ساتھ ساتھ نمازیوں پر جوتیاں پھینکیں۔ پولیس کے افسران بار بار کہتے رہے کہ آپ کی ریلی شام کو ہے لیکن کسی نے نہ سنی اور ہر طرف تباہی مچا دی......"

قارئین! یہ بے حد خطرناک منصوبہ تھا، اس ارضِ پاک کے امن کو تباہ کرنے کا۔ پاکستان میں مسیحی اقلیت کو ایک سازش کے ذریعے مسلمانوں سے ٹکرانے کی کوشش کی گئی تاکہ سارے مسیحی یورپ کی ہمدردیاں حاصل کی جائیں اور فنڈز بھی۔ سازش تیار کرنے والوں نے ایک لمحہ کے لئے نہ سوچا کہ اگر مسلمانوں کی مساجد پر پتھراؤ کرنے سے مسلمان بھی جوابی اشتعال کا مظاہرہ کرتے تو پھر نقصان کس کا ہوتا؟ اگر یہ ہنگامے پھیل جاتے تو اس ملک میں مسیحیوں کو سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی۔ لیکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے پیروکاروں نے بروقت اس خطرناک سازش کو بھانپ لیا تھا۔ انہوں نے ایک مٹھی بھر شرپسند ٹولے کی زیادتیوں کو برداشت کیا۔ ورنہ وہ عیسائیوں کی ساتھ وہ سلوک کرتے جو چند ماہ پہلے بھارت کے ہندوؤں نے کیا تھا تو ان غل غپاڑہ مچانے والوں کو یہاں کہیں پناہ نہ ملتی۔ احتجاج کا اصل وقت شام کا تھا۔ جان بوجھ کر جمعہ کے وقت جلوس نکالا گیا اور پھر یکلخت انتظامیہ کو بھی دھوکہ میں ڈال کر مسلمانوں پر دھاوا بول دیا گیا۔ بشپ آف لاہور نے بھی اس غنڈہ گردی پر احتجاج کیا۔ انہوں نے کہا: "یہ کچھ شرپسند عناصر ہیں جنہوں نے ہماری پرامن تحریک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی ہے" ...... مگر ان کو روکنے کی ذمہ داری بھی انہی کی تھی۔ وہ ایسے عناصر کی قیادت کے لئے آمادہ ہی کیوں ہوئے تھے؟ نوائے وقت نے اپنے اداریے میں لکھا:

"محبِّ وطن مسیحی قیادت کا فرض ہے کہ وہ ان تخریب کار عناصر پر نظر رکھے"

ایک چشم دید صحافی کی رپورٹ کے مطابق مسیحی جلوس کے شرکاء نے بالکل نئے ایک رنگ کے قیمتی جوگر پہنے ہوئے تھے۔ اب ظاہر ہے ہزاروں مظاہرین کو جوتوں کے علاوہ بھی سامان فراہم کیا گیا ہوگا۔ یہ تمام بیرونی سازشی عناصر کی سرمایہ کاری تھی۔ ورنہ مقامی تنظیموں کے پاس اتنے فنڈز کہاں ہیں؟

مسیحیوں کے اس احتجاج کا کوئی اخلاقی جواز نہ تھا۔ بشپ جان جوزف نے خودکشی کی تھی یا ان کو قتل کیا گیا تھا، دونوں صورتوں میں اس کی ذمہ داری مسلمانوں پر یا حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ تو پھر یہ احتجاج کس سے اور کیوں کیا جارہا تھا؟ ڈاکٹر الیگزینڈر ملک اور دوسرے مسیحی راہنماؤں کو بھی اس پر سوچنا چاہئے تھا۔ وہ شرپسند مسیحی ٹولہ کے آلہ کار بن گئے۔ انہوں نے نامعقولیت کا ثبوت دیا، بجائے بشپ صاحب کے اصل قاتلوں (مسیحی) کے خلاف تحریک چلانے کے انہوں نے احتجاج کا رُخ سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔ وہ یہ اہم اور نازک موقعہ قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے۔

قارئین کرام! ہم نے مذکورہ بالا منتخب واقعات اسی لئے نقل کئے ہیں تاکہ آپ خود اندازہ کرسکیں کہ گذشتہ چند سالوں میں جو بڑے واقعات ہوئے ہیں، اس میں مسیحی NGOs کی سوچ کس قدر غلط، ان کا طریقہ کار کس قدر نامعقول اور ان کے عزائم کتنے مذموم ہیں۔ قانونِ توہین رسالت کے معاملے میں بھی وہ سطحی جذباتیت اور منفی ہیجان خیزی میں مبتلا ہیں۔ ان کا اصل مقصود مسیحی اقلیت کے حقوق کا تحفظ کرنا نہیں ہے بلکہ اقلیتی حقوق کے نام پر تحریک چلا کر یورپ کو بھڑکانا اور پھر ان سے کروڑوں کے فنڈز وصول کرکے عیش وعشرت کی زندگی گزارنا اور لوٹ مار کرنا ہے۔ قانونِ توہین رسالتؐ کے خلاف تحریک عام مسیحی نہیں بلکہ مسیحی لیڈروں کا یہی مافیا چلا رہا ہے۔ ان کی اکثریت چند سال قبل کسمپرسی کا شکار تھی، مگر آج وہ پجاروز میں گھوم رہے ہیں۔ اندرون وبیرونِ ملک ان کے شاندار بنگلے ہیں۔ فرانسس جوزف چند سال قبل YMCA میں چپڑاسی تھا۔ آج وہ ۲۰/ لاکھ کی پجارو میں گھومتا ہے۔ پطرس غنی، شہباز بھٹی وغیرہ اسی قبیل کے افراد آج VIP بنے پھرتے ہیں۔ ان کی زبان درازی حدِ اعتدال سے باہر نکل چکی ہے، اب وہ پاکستان کے وزیراعظم تک کا لحاظ نہیں کرتے۔ اے کاش ہمارے حکمران قانونِ توہین رسالتؐ کے مخالف ان بدبخت بالشتیوں کی اوقات کو پہچانتے تو انہیں کبھی بھی معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

(۷) بیرونی دباؤ کے حکومت پاکستان پر اثرات

مختلف اَدوار میں حکومت پاکستان کا امریکہ سے تعلق حد درجہ فکری محکومی اور ذہنی غلامی کا رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کی سوچ اور نفسیات کا یہ عجب المیہ ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کو بھی اہل مغرب کے قول سے 'ثابت' کرنے کا میلان رکھتے ہیں۔ اور اہل مغرب کے سامنے اپنے آپ کو پسندیدہ بنا کر پیش کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

قانون توہین رسالت کے متعلق مغرب کے منفی پراپیگنڈہ میں جوں جوں اضافہ ہوتا گیا، ہمارے حکمرانوں کے اوسان

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیتے لئے۔ اس لے محرکات پر غور کرنے کی زحمت ہی نہ اٹھائی گئی۔

قانونِ توہین رسالت میں تبدیلی کی سرکاری سطح پر سب سے پہلے تحریک دسمبر ۱۹۹۳ء میں دیکھنے میں آئی جب بینظیر حکومت نے لاء کمیشن کے ذریعہ ۲۰ دسمبر کو اسلامی نظریاتی کونسل کو مراسلہ بھجوایا جس میں اس امر کا مشورہ طلب کیا گیا کہ کیوں نہ قانونِ توہین رسالت میں اس جرم کو نا قابل دست اندازی پولیس قرار دیا جائے۔ لاء کمیشن نے اس تبدیلی کیلئے یہ جواز پیش کیا:

"گوجرانوالہ کے توہین عدالت کیس (سلامت مسیح) زیر دفعہ C-295 کے سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر عیسائی اداروں کی شکایات کے پیش نظر ضابطہ فوجداری کی اس دفعہ میں ترمیم کرکے اسے نا قابل دست اندازی پولیس بنایا جائے۔ اس ترمیم کے نتیجے میں یہ جرم استغاثہ کا کیس بن جائے گا جس کی سیشن کورٹ سماعت کریں گی اور ملزم کے خلاف قانونی اتھارٹی کے غلط استعمال کا موقع نہیں رہے گا"

گویا یہ عجوبہ روزگار تجویز ہمارے لاء کمیشن کے 'زرخیز' اذہان کی کاوشِ فکر کا نتیجہ تھی۔ لاء کمیشن نے تو باقاعدہ مجوزہ قانون میں تبدیلی کا ڈرافٹ بھی بنا دیا تھا اور اسے ۱۹۹۳ء سے ہی قابل نفاذ قرار دے دیا تھا

بقول ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اگر لاء کمیشن کے اختیار میں قانون سازی یا آئین میں تبدیلی کا اختیار ہوتا تو یہ تبدیلی ۱۹۹۳ء ہی میں عمل میں آچکی ہوتی۔ (روزنامہ 'جنگ' ۱۶/ مئی ۱۹۹۸ء)

(ا) قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کی تجویز اصل میں پاکستان میں متعین برطانوی ہائی کمشنر کا Brain Child (ذہنی تخلیق) ہے۔ لاء کمیشن کے اجلاس سے چند روز پہلے برطانوی ہائی کمشنر چیف جسٹس آف پاکستان سے ملے جو لاء کمیشن کے بلحاظ عہدہ چیئرمین بھی ہیں۔ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے قانونی مشیر جناب حشمت حبیب ایڈووکیٹ کا درج ذیل بیان اس تبدیلی کی تجویز کے پس پشت فوری جذبہ کو بے نقاب کرتا ہے: (مضمون "برطانیہ بھی دفعہ ۲۹۵ سی کے خلاف میدان میں کود گیا")

"یہ سازش کامیاب کرانے کے لیے قادیانیوں کے رسہ گیر برطانوی آقا میدان میں اُتر کر سرگرمِ عمل ہوگئے ہیں۔ برطانوی سازش کا انکشاف پاکستان لاء کمیشن کے اجلاس کے دوران ہوا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ پاکستان میں متعین برطانوی ہائی کمشنر نے چیف جسٹس پاکستان سے ملاقات کے دوران انہیں باور کرایا کہ دفعہ ۲۹۵۔ سی تعزیراتِ پاکستان سے مذہبی جذبات مشتعل ہو رہے ہیں۔ جس سے حقوقِ انسانی کے تحفظ کے سحر میں مبتلا اَفراد اپنا مقام اور اس دفعہ کی اہمیت بھول گئے اور انہوں نے کوشش کی کہ ۲۹۵۔ سی کے تحت سزا پانے والے مجرم کو نا قابل گرفت پولیس بنا دیا جائے، وہ بے اثر ہوا، تا ہم لاء کمیشن نے یہ اہم معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل کو بھیج دیا ہے" (ہفت روزہ 'تکبیر' ۲۸/ اپریل ۱۹۹۴ء)

پاکستان میں قانونِ توہین رسالت کے ناقدین سے مرعوب و مغلوب ہونے کا سب سے زیادہ تاثر بینظیر بھٹو صاحبہ نے دیا ہے۔ اہل مغرب سے فکری ہمنوائی کی وہ ہمیشہ شعوری کوشش کرتی رہی ہیں۔ درج ذیل سطور میں توہین رسالت کے قانون کے متعلق ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیے:

(ا) اگست ۱۹۹۲ء میں میاں نواز شریف کی حکومت نے قانونِ توہین رسالتؐ کے مرتکب کے لئے موت کی سزا کا بل پارلیمنٹ میں پیش کرنا چاہا، اگرچہ پارلیمنٹ کی طرف سے اب یہ رسمی کارروائی تھی۔ قانون تو عدالتی فیصلہ کے نتیجے میں پہلے سے نافذ العمل تھا، مگر یہ بات بھی قائد حزبِ اختلاف کو پسند نہ آئی۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا:

"ملک کے ۱۲ کروڑ عوام الناس ناموسِ رسالت کی حفاظت خود کر سکتے ہیں۔ حکومت ناموسِ رسالتؐ کے سلسلے میں سزائے موت کا قانون پارلیمنٹ میں پیش کرکے ملک کو بنیاد پرستوں کی ریاست بنانے کی کوشش کر رہی ہے جو کہ عوام کے بنیادی حقوق سلب کرنے کے مترادف ہے اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ گواہوں اور شہادتوں کی بنا پر شانِ رسالتؐ میں گستاخی کرنیوالے کو سزا دینا اس لئے معنی نہیں رکھتا کہ ہمارے ملک میں تو ارکانِ پارلیمنٹ کو خرید لیا جاتا ہے۔ اس صورت میں کرایہ کے گواہوں کی موجودگی میں انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی" (جنگ، کراچی: ۱۰/ اگست ۹۲ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام دنیا کے عدالتی نظام شہادتوں کے بنیاد پر جرائم کے ارتکاب کا تعین کر کے سزا تجویز کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی دیگر جرائم کے بارے میں یہی اُصول کارفرما ہے لیکن محترمہ قانونِ توہین رسالت کے بارے میں پارلیمنٹ کے ارکان کی شہادت پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

(۲) ۱۹۹۳ء میں پیپلز پارٹی دوبارہ برسر اقتدار آئی۔ آتے ہی انہوں نے اس قانون میں ترمیم پر غور کرنا شروع کردیا۔ اسی دوران میں سلامت مسیح کیس کی وجہ سے بیرونی دباؤ بھی شدت اختیار کرگیا۔ حکومت اہل مغرب کی ناراضگی کی متحمل نہ ہوسکتی تھی...... پھر ایک دن خبر آئی: (روزنامہ 'جسارت'؛ ۶؍اپریل ۱۹۹۴ء)

"پیپلز پارٹی کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کردی جائے جس کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، سزائے موت اور عمر قید سے کم کرکے دس سال کردی جائے۔ اس بات کا فیصلہ وزیراعظم پاکستان بے نظیر بھٹو صاحبہ کی زیر صدارت ہونے والے وفاقی کابینہ کے اجلاس میں کیا گیا۔"

اسلامی احکام کے مطابق توہین رسالت کے مرتکب کی سزا صرف 'موت' ہے مگر ہمارے 'روشن خیال' حکمران اس پر یقین نہیں رکھتے۔ راقم الحروف کو تعجب ہے کہ انہوں نے دس سال تک کی سزا کو آخر کیوں تجویز کیا، ان کے نزدیک توناموسِ رسالت کا تحفظ ۱۲ کروڑ عوام از خود کرسکتے تھے۔

(۳) مذکورہ بالا فیصلہ کے بعد حکومت نے اپنے اس 'انقلابی' اور 'ترقی پسندانہ' فیصلہ سے اپنے ہم خیال یورپی راہنماؤں کو آگاہ کرنے بلکہ انہیں 'خوشخبری' سنانے کیلئے جناب اقبال حیدر، وزیر قانون و پارلیمانی امور کو یورپ کے دورے پر ارسال کیا۔ انہوں نے وہاں تابڑ توڑ پریس کانفرنس منعقد کیں۔ آئرلینڈ کے اخبار 'آئرش ٹائمز' کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

"وفاقی کابینہ نے توہین رسالت قانون میں ترمیم کی منظوری دے دی ہے اور اس ترمیم سے اب پولیس کو اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گرفتار کرنے اور جیل بھجوانے کا اختیار حاصل نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان ایک جدید اسلامی ریاست ہے اور موجودہ حکومت ملک میں مذہبی انتہا پسندی کو بالکل نہیں چاہتی۔ 'آئرش ٹائمز' کے مطابق انہوں نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کو یہ یقین دہانی کرائی" (روزنامہ جنگ، روزنامہ نوائے وقت، کراچی، ۳؍جولائی ۱۹۹۴ء)

موصوف نے وہاں یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ توہین رسالت کا قانون دراصل 'بنیاد پرستی' کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے اور 'جدید اسلامی ریاست' میں تو اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ وہ یہ یکسر فراموش کرگئے کہ یہ سزا نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس سے لے کر دورِ حاضر تک ایک متفقہ سزا رہی ہے۔

(۴) بینظیر بھٹو صاحبہ کی سیکولر حکومت کے دیگر ترقی پسند وزراء آخر کیوں پیچھے رہتے، انہوں نے بھی اپنے بیانات کے ذریعہ قانونِ توہین رسالت میں تبدیلی کی 'نوید' سنانا شروع کردی۔ وفاقی وزیر خصوصی برائے تعلیم و سماجی بہبود ڈاکٹر شیر افگن نے ایک بیان میں کہا :

"حکومت اس قانون میں ترمیم کررہی ہے جس کے ذریعہ مقدمہ درج کرنے سے پہلے سیشن جج اس معاملہ کی تحقیق کریں اور اس کے بعد مقدمہ درج کرنے کی سفارش کریں" (روزنامہ "امن" کراچی: ۷؍جولائی ۹۴ء)

کراچی میں ماورائے عدالت قتل کے حوالے سے 'شہرت' پانیوالے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے کہا کہ

"آئندہ پولیس کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ معمولی سی شکایت پر کسی بھی فرد کے خلاف مقدمہ رجسٹر کرے بلکہ پولیس فوراً اس معاملہ کی علاقہ مجسٹریٹ کو رپورٹ کرے گی جو کہ متعلقہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ساتھ اس جگہ کا معائنہ کرے گی جہاں متذکرہ جرم ہوا ہے۔ مجسٹریٹ تحقیقات کرکے یہ طے کرے گا کہ شکایت صحیح ہے یا جھوٹ پر مبنی ہے۔ وزیر موصوف نے یہ بھی کہا کہ ایسا شکایت کنندہ جو جھوٹی رپورٹ پولیس میں دائر کرے گا، اس کو دس سال تک کی قید بھی ہوسکتی ہے۔" (انگریزی روزنامہ 'دی نیوز' ۱۴؍جولائی ۱۹۹۴ء)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

......دونوں وزراء کے بیانات میں اختلاف ہے، ایک سیشن جج کی بات کرتے ہیں تو دوسرے علاقہ مجسٹریٹ کی۔

(۵) بینظیر بھٹو جب دوبارہ اقتدار سے الگ کردی گئیں، تب بھی اس قانون کے بارے میں ان کے خیالات تبدیل نہ ہوئے۔ اب بھی موقع پاکر وہ اس میں ترمیم کا مطالبہ کرتی رہتی ہیں۔ اُنہوں نے ایک بیان میں کہا کہ "حکومت حقوقِ انسانی کی تنظیموں (NGOs) کے ساتھ مشورہ کرکے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرے۔" (روزنامہ 'نوائے وقت' ۲۳/ مئی ۱۹۹۸ء)

(۶) اس وقت کے صدر فاروق احمد لغاری نے جس طرح درپردہ بعض مسیحی راہنماؤں کو اس قانون میں تبدیلی کی یقین دہانی کرائی اور ضلعی انتظامیہ کو ہدایات ارسال کیں، اس کا تذکرہ بشپ جان جوزف کی خدمات والے حصہ میں گزر چکا ہے۔

(۷) موجودہ وفاقی وزیر برائے مذہبی و اقلیتی امور، راجہ ظفرالحق صاحب جن سے منسوب ۱۴/جون ۱۹۹۹ء کا بیان اس مفصل مضمون کا اصل محرک بنا ہے، ان کے ماضی کے بیانات کا تذکرہ مفید رہے گا۔ ۷/مارچ ۱۹۹۶ء کو تین کالمی سرخی کے ساتھ ان کا یہ بیان چھپا : "توہین رسالت کا قانون......امریکی مطالبہ پر حکومتی ردِّعمل افسوسناک ہے"

> "اُنہوں نے اپنے بیان میں امریکی وزارتِ خارجہ کی طرف سے توہین عدالت کے قانون کی منسوخی کے مطالبہ پر حکومتِ پاکستان کے بیان پر افسوس کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومتِ پاکستان نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حکومت کے پاس ایوان میں دو تہائی اکثریت نہیں، اس لئے وہ اس قانون کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت کے پاس دو تہائی اکثریت ہوتی تو وہ توہین رسالتؐ کے قانون کو منسوخ کردیتی۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون کی تنسیخ کا مطالبہ کرنے والوں کو شاید علم نہیں ہے کہ جو مسلمان، اپنی اولاد، دولت اور والدین سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت نہیں رکھتا ،وہ مسلمان نہیں ہوسکتا ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان جان دے کر بھی اس عقیدے کی حفاظت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالتؐ کا موجودہ قانون نہ ہوتا تو مسلمان خود توہین رسالت کرنیوالے کو سزا دیتے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے توہین رسالتؐ کے قانون پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا تو ایسا کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا" (روزنامہ 'پاکستان' ۷/مئی ۹۸ء)

یہ بیان جب انہوں نے دیا تھا تو اس وقت وہ سینٹ میں قائدِ حزبِ اختلاف تھے اور مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی...... ۷/ مئی ۱۹۹۸ء کو جب بشپ جان جوزف کے قتل کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت مسیحی احتجاج شدت اختیار کرگیا اور حکومت گھبرا گئی تو اقلیتوں کو تسلی دینے کے لئے مذہبی و اقلیتی اُمور کے وزیر راجہ ظفرالحق نے ۹/ مئی ۱۹۹۸ء کو بیان دیا :

> "مسلم لیگ کی حکومت قانونِ توہین رسالت میں ترمیم کی بجائے اس کے طریقہ کار میں تبدیلی پر غور کررہی ہے۔ اس مقصد کے لئے حکومت نے یہ طریقہ وضع کیا ہے کہ اس قسم کے کیس کی سماعت عام عدالت کی بجائے سپیشل کورٹ میں کی جائے۔ اس کے علاوہ ایسے کیس پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس جائیں اور وہ اس بات کا فیصلہ کرے کہ آیا کیس عدالت میں چلنا بھی چاہئے یا نہیں" (روزنامہ 'خبریں' لاہور: ۹/ مئی ۱۹۹۸ء)

بے حد تعجب کا مقام ہے کہ راجہ ظفرالحق صاحب پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں قانونِ توہین رسالت میں نہ تو ترمیم کے حق میں تھے، نہ اس کے طریقہ کار میں کسی تبدیلی کے حق میں۔ یہ ان جیسے مسلم لیگی راہنماؤں کے زوردار بیانات اور ردّعمل کا نتیجہ ہی تھا کہ پیپلز پارٹی کی حکومت پارلیمنٹ سے اس قانون میں ترمیم کا بل پیش نہ کرسکی۔ مگر جب وہ خود حکومت میں آئے تو ان کی طرف سے اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کے متعلق بیانات آنا شروع ہوگئے۔ انہوں نے اپنے موقف میں اس واضح تبدیلی کے اسباب پر بھی کھل کر روشنی نہیں ڈالی۔

(۸) مسلم لیگی حکومت کے وفاقی وزیر قانون خالد انور صاحب نے بھی ۲۴/ مئی ۱۹۹۸ء کو بیان دیا تھا: "حکومت توہین رسالت کے ایکٹ میں ترمیم کرے گی" (روزنامہ 'خبریں') خالد انور صاحب کا بیان راجہ ظفرالحق کے بیان سے زیادہ خطرناک اور مختلف ہے۔ انہوں نے ایکٹ میں 'ترمیم' کی بات کی جبکہ راجہ صاحب طریقہ کار میں تبدیلی کی بات کرتے رہے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) پاکستان میں مسیحی اقلیت سے سلوک

اگر مجموعی اعتبار سے پاکستان میں مسیحی برادری سے مسلمانوں کے برتاؤ اور انہیں ملنے والی مراعات کو پیش نظر رکھا جائے تو پاکستان کو کسی بھی مہذب ملک کے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرانس، جرمنی، ناروے، برطانیہ سربیا اور امریکہ میں مسلم اور سیاہ فام اقلیتوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا جارہا ہے، اس کے ساتھ اگر پاکستان میں مسیحی اقلیت کی حالت کا موازنہ کیا جائے تو پاکستانی مسیحی برادری کی حالت بدرجہا بہتر ہے۔ امریکی دفتر خارجہ ہر سال بھارت اور پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال کا موازنہ کرتے ہوئے بھارتی سیکولرازم کی تعریف میں رطب اللسان رہا ہے اور پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کا رونا روتا رہا مگر ۱۹۹۸ء میں جب بھارتی سیکولرازم کا اصل چہرہ سامنے آیا اور انڈیا کے مختلف شہروں میں ہندو انتہا پسندوں نے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کرنا اور زندہ جلانا شروع کیا تو انہیں یقین کرنا پڑا کہ پاکستان میں اقلیتیں نہایت آسودہ ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں کسی بھی اقلیت کے ساتھ اس طرح کا ایک بھی واقعہ پیش نہیں آیا۔ انتہا پسند ہندو اب بھی عیسائیوں کو دھمکیاں دے رہے ہیں کہ یا تو وہ ہندو بن جائیں یا پھر بھارت چھوڑ جائیں ورنہ ان کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا رہے گا۔ پاکستان میں شرپسند مسیحی گروہوں کو انڈیا کے حالات سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی۔ پاکستان تو ان کے لیے 'جنت' ہے۔ اگر وہ اب بھی احتجاج کرتے ہیں تو یہ احسان فراموشی ہے!! روزنامہ 'اوصاف' کی ادارتی سطور ملاحظہ کیجیے:

> "ہم اس نام نہاد سپر پاور کو یہ بتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کرتے۔ رہا سوال عیسائی اقلیت کے ساتھ ظالمانہ سلوک کا تو یہ محض بہتان ہے۔ اپنا کیس مضبوط کرنے کے لیے ایک پرانا ہتھکنڈہ ہے۔ عیسائی برادری جتنی آزادی اور سکون کے ساتھ پاکستان میں رہ رہی ہے، اتنا سکھ، آرام اور مذہبی سکون شاید اسے امریکہ میں بھی میسر نہ ہو۔ زیادہ تر علاقوں میں عیسائی برادری مسلمانوں کے ساتھ اس انداز سے رہ رہی ہے کہ گمان ہی نہیں ہوتا کہ ان میں اکثریت کون سی ہے اور اقلیت کون سی؟ (۷ر جنوری ۱۹۹۸ء)

یہی بات ہمیں 'خبریں' کے ایک اداریے میں ملتی ہے: "پاکستان میں مسیحی برادری کو جو سہولتیں آئینی اور قانونی تحفظ حاصل ہے، اس کی مثال کسی غیر مسلم معاشرہ میں نہیں ملتی" (۷ر دسمبر ۹۷ء)

روزنامہ "جنگ" نے بھی ۱۰ر مئی ۱۹۹۸ء کے اداریے میں اسی پہلو کی نشاندہی کی ہے:

> "امر واقعہ یہی ہے کہ عیسائیوں اور عیسائیت کے بارے میں پاکستان بھر میں سرے سے منافرت کی فضا موجود ہی نہیں ہے۔ بلکہ اربابِ حکومت سے لے کر عام آدمی تک اپنے عیسائی بھائیوں کی تالیف قلب کو بطورِ خاص ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔"

اس تمام ترو سعت اور رواداری کے باوجود پاکستانی مسلم اکثریت کو خوامخواہ مطعون ٹھہرایا جائے تو اسے مریضانہ ذہنیت اور حقائق سے چشم پوشی کے مترادف سمجھا جانا چاہیے۔

(۹) قانونِ توہین رسالتؐ میں تبدیلی کے مضمرات

سوال پیدا ہوتا ہے کہ قانونِ توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی کی فی الواقع ضرورت ہے؟ فرض کریں اگر اس کی ضرورت اب محسوس کی گئی ہے تو پھر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس 'ضرورت' کا تعین کن اُمور کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے؟...... ناموسِ رسالتؐ مسلمانوں کے لیے اساسِ دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ قرطبیؒ کے بقول "نبی کریمؐ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے"...... اتنے اہم قانون میں مسلمانوں کے جذبات کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے بعض شرپسندوں کی مبالغہ آمیز داستانوں، بے بنیاد الزامات اور بے جا تنقید کی بنیاد پر تبدیلی ہر اعتبار سے بلاجواز ہے۔ مسلمانوں کے عقائد سے متعلقہ قوانین میں محض معدودے چند اقلیتی راہنماؤں کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتعال انگیز بیانات یا امریکہ اور دیگر ممالک کے اس ضمن میں ناروا دباؤ کے زیراثر اس طرح کی تبدیلی کا متعارف کرانا اس اعتبار سے بھی خطرناک ہے کہ اسلام دشمنوں کی خواہشات کی پیروی بالآخر اسلام سے انحراف پر ہی منتج ہوا کرتی ہے۔ اسلامی دنیا کے سیکولر ممالک بالخصوص ترکی میں اسلام کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جارہا ہے، وہ محتاجِ وضاحت نہیں۔

قانونِ توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی کے درج ذیل مضمرات سے اِغماض نہیں برتنا چاہیے:

(۱) یہ درست ہے کہ فی الحال توہین رسالت ﷺ کے واقعات میں ایف آئی آر کے اندراج کے قانون میں تبدیلی لائی جارہی ہے لیکن بات محض اس تبدیلی تک نہیں رُکے گی۔ اس تبدیلی کو قانونِ توہین رسالتؐ کے نامعقول جنونی مخالفین کی طرف سے، منزل کی طرف 'پہلا قدم' اور جدوجہد میں کامیابی کے 'آغاز' سے تعبیر کیا جائے گا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جذباتی تشنج میں مبتلا حقوقیے کبھی ایک حق کی بازیابی تک اکتفا نہیں کرتے، ان کا جنون انہیں مسلسل آگے بڑھنے کی تحریک دیتا رہتا ہے۔ بعض جذباتی مسیحی رہنماؤں نے قانونِ توہین رسالت کو اپنی زندگی اور موت کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ بشپ الیگزینڈر بارہا ۲۹۵۔سی کو مسیحیوں کو 'قتل کرنے کا لائسنس' قرار دے چکے ہیں۔ مؤرخہ ۱۲؍ مئی ۱۹۹۸ء کو ایک پریس کانفرنس میں انہوں نے اس قانون کو 'مذہبی صفائی' (Religious Cleansing) کا نام دیا۔ اسی پریس کانفرنس میں انہوں نے اپنی مذہبی جنونیت کا اظہار اس طرح بھی کیا کہ 'مسیحی طالبان' کے نام سے تنظیم بنانے کی دھمکی بھی دی۔ وہ مسیحی NGOs جن کو مغرب سے فنڈ ہی محض اس مقصد کے لیے دیئے جاتے ہیں کہ وہ قانونِ توہین رسالت کے خاتمے کے لیے جدوجہد کریں، وہ بھی چین سے نہیں بیٹھیں گی۔ حکومت اُن کے غلط مطالبے کے سامنے جھک کر مستقبل میں اپنے لیے مزید مشکلات بھی پیدا کررہی ہے۔

(۲) قانونِ توہین رسالت ﷺ کے متعلق اقلیتوں کے اعتراضات بے بنیاد، سطحی اور شرانگیز ہیں۔ بشپ ڈاکٹر فادر روفن جولیس جیسے انتہا پسند مسیحی راہنماؤں کے اس دعویٰ میں ہرگز کوئی صداقت نہیں ہے کہ مسیحیوں کے خلاف تمام پرچے جھوٹے درج کیے جاتے ہیں۔ وہ ایسا محض اس لیے کہتے ہیں تاکہ ان کے اعتراضات میں جان ڈالی جاسکے ورنہ دل ہی دل میں انہیں بھی معلوم ہے کہ ایسے مسیحی جنونیوں کی کمی نہیں ہے جو فی الواقع جان بوجھ کر جناب رسالت مآبؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ فادر جولیس کا یہ دعویٰ بھی تاریخی حقائق کے برعکس ہے کہ کوئی بھی صالح اور پرہیزگار مسیحی توہین رسالتؐ کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ تاریخ تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جب مسیحی پادریوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نہ صرف زبان درازیاں کیں بلکہ اس سلسلے میں باقاعدہ مہمات چلائیں۔ فلپ کے ہٹی نے اپنی تالیف "اسلام اور مغرب" میں ایک مفصل باب ایسے سینکڑوں مسیحی گستاخان کے متعلق تحریر کیا ہے۔ (دیکھئے میرا تفصیلی مضمون "قانونِ توہین رسالت پر اعتراضات کا جائزہ"، مطبوعہ ماہنامہ محدث: جولائی ۹۸ء)

قانونِ توہین رسالتؐ میں کسی قسم کی تبدیلی کا بالواسطہ مطلب یہی ہوگا کہ حکومت بعض مسیحی راہنماؤں کے ان الزامات کو درست سمجھتی ہے۔ غیر ملکی میڈیا پر یہی پراپیگنڈہ کیا جائے گا کہ پاکستان میں مسیحیوں کے خلاف ہمیشہ جھوٹے مقدمات درج کیے جاتے رہے ہیں۔ اس طرح پاکستانی مسلمانوں کو بحیثیتِ مجموعی ایک 'جھوٹی قوم' کے فرد کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ چند ایک اِکا دُکا واقعات کے علاوہ اکثر واقعات میں مسیحیوں کی طرف سے گستاخی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ پاکستانی عدالتیں تمام شواہد کو جمع کرنے کے بعد ہی فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ اگر یہ تبدیلی کی جاتی ہے تو پاکستانی عدالتوں کے سابقہ فیصلہ جات کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرکے پاکستان کے پورے عدالتی نظام کو متعصبانہ، غیر عادلانہ اور جانبدارانہ ثابت کرنے کی مذموم مہم چلائی جائے گی۔

(۳) اس قانون میں مذکورہ تبدیلی لانے کے بعد پاکستان مسلم لیگ کی حکومت کی حیثیت Credibility بھی شدید مجروح ہوگی۔ پاکستان مسلم لیگ کو ہمیشہ پیپلز پارٹی کے مقابلے میں اسلام پسند سیاسی جماعت سمجھا جاتا رہا ہے۔ اس کا یہی تاثر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی عوامی مقبولیت میں اضافہ کا باعث بھی بنا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں جب مسلم لیگ یہ قدم اٹھائے گی تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے قانونِ رسالتؐ کے متعلق پیپلز پارٹی کے ایجنڈا کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غیر محسوس طریقے سے میاں نواز شریف کا تاثر ایک 'سیکولر' سیاسی راہنما کے طور پر ابھارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان کے اس طرح کے اقدامات ان کی عوامی پذیرائی میں کمی لانے کا باعث بن سکتے ہیں۔

(۴) قانونِ توہین رسالت کے ساتھ ہی یہ 'خصوصی سلوک' آخر کیوں کیا جارہا ہے کہ اس کے مرتکب افراد کے خلاف FIR کے اندراج سے پہلے ایک مخصوص کمیٹی کی سفارشات کا پیش کیا جانا ضروری ہے؟ اگر اس قانون کے مبینہ غلط استعمال کو بنیاد بناتے ہوئے یہ تبدیلی کی جارہی ہے تو پھر دیگر گھناؤنے جرائم کے ضمن میں بھی یہ تبدیلی لائی جائے کیونکہ دیگر قوانین کے معاملے میں بھی غلط استعمال کے احتمالات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کیا پاکستان میں قتل، چوری، زنا کے غلط مقدمات درج نہیں کئے جاتے؟ لیکن ان گھناؤنے جرائم کے متعلق FIR درج کرانے کی پیشگی شرائط وضع نہیں کی گئی ہیں۔

قانونِ توہین رسالت کے متعلق مذکورہ کمیٹی کی سفارشات کا طریقہ کار اس قدر پیچیدہ اور گنجلک ہوگا کہ رفتہ رفتہ ایسے مقدمات کی FIR کا مسئلہ ہی ختم ہوجائے گا اور اس کے نتائج بھیانک بھی ہوسکتے ہیں۔ لوگ ڈپٹی کمشنر اور ایس. پی پر مشتمل کمیٹی کے سامنے مقدمے لے جانے کی بجائے قانون کو خود ہاتھ میں لینا شروع ہوجائیں گے۔ توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کے خلاف اگر فوری قانونی کارروائی کا آغاز نہ کیا جائے تو اس سے شمع رسالتؐ کے پروانوں میں اشتعال پیدا ہونے کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف اس نئے طریقہ کار کی وجہ سے گستاخانِ رسولؐ کی جسارتوں میں بھی اضافہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ توہین رسالت کے مرتکب افراد کے خلاف FIR نہیں کاٹی جارہی تو یہ امر انکی حوصلہ افزائی کا باعث بنے گا۔

(۵) اگر آج مسلم لیگ کی حکومت توہین رسالت کے قانون میں یہ تبدیلی لاتی ہے تو کل کلاں پیپلز پارٹی کی بدرجہا سیکولر حکومت اصل قانون کو ہی تبدیل کرسکتی ہے اور مسلم لیگی حکومت کا موجودہ اقدام اس کے لئے بنیاد کا کام دے گا۔ اپریل ۱۹۹۴ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے قانونِ توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کرنے کا مسودہ تیار کرلیا تھا، جس کے تحت توہین رسالت کے مرتکب کی سزا، سزائے موت سے کم کرکے دس سال قید تجویز کی گئی تھی (روزنامہ جسارت: ۴؍ اپریل ۱۹۹۴ء) مسلم لیگی حکومت کو مستقبل کے ان مضمرات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(۶) اس قانون میں تبدیلی لانے کا ایک مفہوم یہ بھی لیا جاسکتا ہے کہ پاکستانی حکومت نے امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کا خالصتاً مسلمانوں کے ایک مذہبی معاملے یعنی ناموسِ رسالت کے تحفظ کے متعلق بے جا اور ناروا دباؤ کو قبول کرلیا ہے۔ ایسے فیصلے ترقی پذیر اقوام کی فروغ پاتی قومی خودداری کے لئے سم قاتل کا درجہ رکھتے ہیں۔ پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کرکے جس طرح امریکہ کے دباؤ کا مقابلہ کیا، اس سے پاکستانی قوم میں خودداری کے جذبات فروغ پانا شروع ہوگئے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ بدطینت دشمن سرحدوں پر مسلح افواج کو جمع کرکے پاکستان کی سالمیت کے خلاف جارحانہ کارروائی کے لئے بالکل تیار کھڑا ہے، حکومت کو ایسے متنازعہ فیہ اُمور کھڑے کرنے کی بجائے قومی اتحاد و یکجہتی کی پالیسیوں کو آگے بڑھانا چاہیے۔

(۷) 'تحفظِ پاکستان' اور 'تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ' دراصل ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اس پاک دھرتی کا وجود ناموسِ رسالت کے سائے کے بغیر بے معنی ہے۔ پاکستان 'دھرتی ماں' ہے اور حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات پاکستان کے قیام کی حقیقی اور فکری بنیاد ہیں۔ 'دھرتی ماں' کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں پر غداری کے مقدمات درج کئے جاتے ہیں۔ اگر پاکستان کی سالمیت جیسے حساس معاملات میں FIR کے اندراج سے پہلے ڈپٹی کمشنر یا کسی اور افسر کی سفارشات کا انتظار کیا جائے تو دشمن ملک کی سرزمین پر پاکستان کے خلاف زبان درازی کرنے والے نجم سیٹھی جیسے افراد کو کبھی بھی قانون کی گرفت میں نہیں لایا جاسکتا۔ کیونکہ انہیں اس دوران بیرونِ ملک فرار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اسی طرح توہین رسالتؐ کے مرتکب افراد کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے FIR کے اندراج کا تازہ مجوزہ طریقہ کار انہیں قانون کی گرفت سے بچ کر بیرونِ ملک فرار ہونے کا موقع فراہم کرے گا۔
جس برق رفتاری سے توہین رسالتؐ کے مرتکب سلامت مسیح اور رحمت مسیح کو بیرونِ ملک فرار کرایا گیا وہ ہمارے لئے چشم کشا ہے۔ ایک ایسا قانون جو توہین رسالتؐ کے مرتکب بدبخت مجرموں کے فرار میں اعانت کا باعث بنتا ہو، اسے کسی بھی صورت نافذ نہیں کرنا چاہئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ کی توہین جو فی الحقیقت انسانیت کے خلاف جرم کا درجہ رکھتی ہے، کی سنگینی اور شدت کا صحیح ادراک اور احساس کیا جائے۔

(۸) اس اضافی قانون کے نفاذ کا اصل سبب ۷ ار مئی ۱۹۸۶ء کو اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں عاصمہ جہانگیر کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کو "اَن پڑھ" کہنے کے ہفواتی کلمات تھے، جس پر شدید احتجاج کیا گیا تھا۔ محترمہ نثار فاطمہ MNA اور دیگر محبانِ رسولؐ نے اس گستاخی کا سخت نوٹس لیا اور قومی اسمبلی میں ۲۹۵۔ سی پیش کرنے کے لئے تحریک چلائی۔ ۲۹۵۔ سی چونکہ عاصمہ جہانگیر کی گستاخی کے خلاف ردِ عمل کے نتیجے میں منظور ہوا، اس لئے عاصمہ جہانگیر نے ہمیشہ اس قانون کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے۔ اس کی دریدہ دہنی کی سطح ملاحظہ ہو کہ یہ بدبخت عورت اس قانون کو 'فتنہ' بھی کہہ چکی ہے۔ قادیانیوں نے پاکستانی پارلیمنٹ کی طرف سے اس فرقہ کو 'کافر' قرار دیئے جانے کے فیصلے کو آج تک ہضم نہیں کیا۔ قانونِ توہین رسالتؐ میں مذکورہ تبدیلی قادیانیوں کے لئے روحانی خوشی کا باعث ہوگی اور ان کی گستاخانہ کارروائیوں اور امتِ مسلمہ کے خلاف سازشوں میں اضافہ کا باعث بنے گی۔

(۹) اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے دلوں سے پیغمبر اسلام ﷺ کی محبت کو نکالنے کے لئے مذموم سازشوں میں مصروف ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے خلاف توہین آمیز سازشوں کی نئی تحریک ننگِ ملت بے دین 'مسلمانوں' کے ذریعے سے برپا کی جارہی ہے جس کے مہرے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین جیسے لوگ ہیں۔ ان کی تمام تر شیطانی ہرزہ سرائیوں کو 'انسانی حقوق' کا نام دے کر تحفظ دیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے فکری تشخص سے محروم کرنا اور انہیں مغرب کے سیکولر فکری دھارے میں شامل کرنا مغرب کا اہم ترین ایجنڈا ہے لیکن وہ اس مقصد میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ مسلمانوں کے دلوں میں حبِ رسولؐ موجود ہے۔ سیکولر مغرب مسلمانوں کے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ تعلق کو بھی اس سطح تک لانا چاہتا ہے، جس سطح پر اہل مغرب عیسائی ہونے کے باوجود اپنے نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی 'تعظیم' کرتے ہیں۔ ان کے ذرائع اَبلاغ کھلم کھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں مگر عیسائیوں میں حمیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ ۱۹۹۴ء میں برطانیہ میں ایسٹر کے مقدس ہفتے کے موقع پر جنگلی لیول کا گایا ہوا مشہور گیت فروخت کیا گیا جس میں حضرت مریمؑ، حضرت مسیحؑ اور حضرت یوسفؑ کو گالیاں دی گئی تھیں۔ ۱۹۸۸ء میں لندن کے سینما گھروں میں ایک یہودی فلم ساز مارٹن کی ایک انتہائی شرمناک فلم "The Last Temptation of Christ" یعنی "مسیح کی آخری جنسی ترغیب" نمائش کے لئے پیش کرنے کے لئے اشتہار بازی کی گئی جس میں نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کو ایک طوائف کے ساتھ جنسی اختلاط کرتے دکھایا گیا۔ عیسائیوں کے لئے یہ مقامِ تاسف ہونا چاہئے کہ اس توہین آمیز فلم کے خلاف انگلینڈ کے مسلمانوں نے سب سے پہلے غم و غصہ کا اظہار کیا اور اس فلم کی نمائش پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ عیسائی بے حسی سے یہ سب دیکھتے رہے۔ توہین رسالتؐ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں جذبات کو موجزن رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ضابطوں کو مزید سخت کیا جائے۔ قانونِ توہین رسالت میں مذکورہ تبدیلی ان ضابطوں میں نرمی پیدا کرنے کا باعث بنے گی جس سے مسلمانوں میں رسالتمآب ﷺ کی ناموس کے متعلق جذبات میں کمی واقع ہوگی۔

(۱۰) قانونِ توہین رسالتؐ میں مجوزہ تبدیلی کی رو سے جو کمیٹی تشکیل دی جائیگی اس میں دو مسلمان اور دو عیسائیوں کا ہونا ضروری ہے۔ یہ تجویز اس وقت ناقابل عمل بن جائے گی جب ایک عیسائی مسلمانوں کی ایسی بستی میں توہین رسالت کا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارتکاب کرتا ہے جہاں عیسائی خاندان آباد ہی نہ ہوں، مثلاً بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض عیسائی شرپسند کسی نوجوان کو مسلمانوں کی قریبی بستی کی مسجد میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے لیے بھیجتے ہیں اور وہ وہاں رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عیسائی توہین رسالت کا ارتکاب ایسی جگہ کریں جہاں صرف انہیں کی آبادی ہو جیسا کہ شانتی نگر کے واقعہ میں ہوا۔ تو اسی جگہ پر 'اچھی شہرت کے حامل اور صالح' مسلمانوں کا انتخاب کیسے کیا جائے گا؟...... قانون سازوں کو ایسے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

(۱۱) پاکستان میں ایک معمولی درجے کے تھانیدار تک رسائی بھی مشکل ہے۔ تھانہ کا ایک ادنیٰ سا محرر بھی عام آدمی کے لیے ایک 'بہت بڑا افسر' ہے۔ ڈپٹی کمشنر جو عملاً ضلع کا 'بادشاہ' ہوتا ہے، اس تک رسائی کس قدر مشکل ہے، یہ محتاجِ وضاحت نہیں ہے۔ عام آدمی تو ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر سے ملاقات کے تصور سے ہی دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ مزید برآں تھانہ تو چوبیس گھنٹے کھلا رہتا ہے، ڈپٹی کمشنر صاحب کو دفتری اوقات کے بعد ملنا بے حد مشکل ہوتا ہے، پھر یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ ایک ضلع کے کسی دور دراز دیہات میں یا سب ڈویژن میں توہین رسالتؐ کا کوئی واقعہ رونما ہو، تو اس کے لیے بعض اوقات سینکڑوں کلو میٹر کا فاصلہ طے کر کے ضلعی ہیڈ کوارٹر میں پہنچنا انتہائی مشکل ہوگا۔ اس کے مقابلے میں ایک تھانے کی حدود محدود ہوتی ہیں۔ یہ عملی دشواریاں بالآخر توہین رسالتؐ کے مقدمات کے عدمِ اندراج پر منتج ہوں گی۔

راقم الحروف نے اپنی محدود معلومات اور علمی کم مائیگی کے باوصف حتی الوسع کوشش کی ہے کہ موضوع زیر بحث کے متعلق دستیاب مواد کو ترتیب دے کر اسے اپنے تبصرہ و تجزیہ کے ساتھ پیش کرے۔ میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو سپریم کورٹ کے شریعت اپلیٹ بنچ کے رکن جسٹس محمود احمد غازی صاحب کی مجوزہ تبدیلی کے متعلق عالمانہ اور وقیع رائے پر ختم کرتا ہوں...... وہ فرماتے ہیں: (حوالہ مضمون، "توہین رسالت کا قانون...... سماجی، سیاسی اور تاریخی مطالعہ")

"یہ تجویز بے حد سنگین خطرات کی حامل ہے۔ اس تجویز پر عمل کرنے سے ایک طرف تو مقدمہ کے اندراج اور ملزم کے خلاف کارروائی میں تاخیر سے امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا ہے، جو ملزم اور دوسرے مشتبہ افراد کے قتل پر بھی منتج ہو سکتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ تجویز ملزم کو قانونی دفاع کے حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ علاوہ ازیں رپورٹ کے اندراج میں تاخیر سے مقدمہ کے قانونی جواز کے بارے میں بھی شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مزید برآں پولیس کی کارکردگی کے بارے میں مضبوط تحفظات کے باعث توہین رسالت کی شکایت کے قانونی جواز کے بارے میں پولیس کے کردار میں اضافہ اور پھر ایسی شکایت کو مسترد کرنے کے اختیار سے تو یہ قانون ہی کالعدم ہو کر رہ جائے گا۔ جو عدلیہ کے تحفظ پر بھی ایک حملے کے مترادف ہے۔"

"بعض لوگوں نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ اگر توہین رسالت کی شکایت (یا الزام) عدالت میں ثابت نہ ہو سکے تو الزام عائد کرنے والے کو سزا دینے کا خاص قانون بنایا جانا چاہئے۔ یہ تجویز قانون اور انصاف کے تمام اصولوں کے منافی ہے۔ ایک ایسے ملک میں جہاں عدالتی نظام تیزی سے روبہ انحطاط محسوس ہوتا ہے۔ جہاں مدعی اور شکایت کنندگان کو کوئی تحفظ حاصل نہیں، جہاں کمرہ عدالت میں گواہوں کو دھمکیاں دی جاتی ہیں، جہاں عدالتوں کے احاطہ میں فریق مقدمہ کو قتل کر دیا جاتا ہے اور مخالفوں کو موت کے سپرد کرنا معمول بن چکا ہے، وہاں پر ایسی ترمیم سے اس قانون کے تحت توہین رسالت کے مجرموں کو سزا دینے کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے۔ بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ اگر اس کی شکایت مسترد کر دی گئی تو خود اسے بھی سزا کا مستوجب گردانا جا سکتا ہے، کون شکایت درج کرانے کے لئے آگے آئے گا۔ مزید برآں جب نہ صرف قانون سازوں اور اعلیٰ سرکاری حکام بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ہمدردیاں بھی کروڑوں مسلمانوں کی بجائے، جن کے محبوب پیغمبر ﷺ کی توہین ہوگی، توہین کے مرتکب افراد کے ساتھ ہوں گی، تو مسلمانوں کے لئے قابل عمل قانونی مداوا ہی نہ ہوگا" (کتاب "کیا امریکہ جیت گیا؟" صفحہ ۸۸)

ع با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ